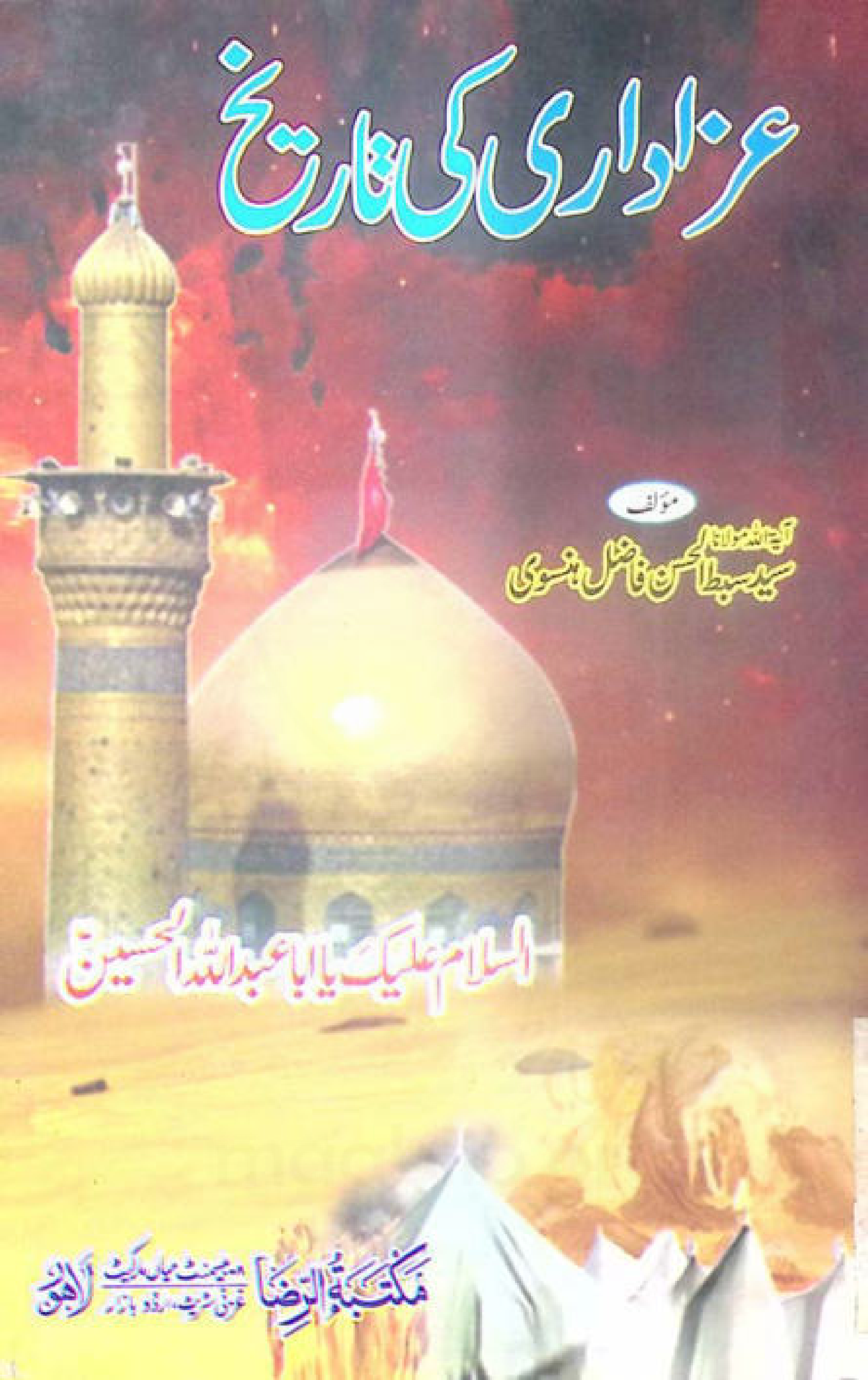

عزاداری کی تاریخ
مؤلف
آیۃ اللہ مولانا
سید سبط الحسن فاضل ہنسوی
السلام علیک یا ابا عبداللہ الحسین
مکتبۃ الرضا
بیسمنٹ میاں مارکیٹ
غزنی سٹریٹ اردو بازار
لاہور

قَالَ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلّم
أَيُّهَا النَّاس إِن احداً من الناس او من المومنين
اصيب بمصيبة فليعم بمصيبتي

(ماثبت من السنۃ)

عزاداری کی تاریخ

اور

اس کا اثبات سنی نقطہ نظر سے

مؤلف

آیۃ اللہ مولانا سید سبط الحسن فاضل ہنسوی طاب ثراہ

ناشر:

مکتبۃ الرضا

8۔بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

اسم کتاب: عزاداری کی تاریخ
مصنف: آیۃ اللہ مولانا سید سبط الحسن فاضل ہنسوی
پیش کردہ: ادارۂ ناصر العلوم
ناشر: مکتبۃ الرضا لاہور
تعداد: ایک ہزار
ہدیہ: 150 روپے

ملنے کا پتہ
مکتبۃ الرضا
8۔بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم دین کے گھر کا ماحول

از:۔ آفتاب حسین۔ ایم۔ ڈی۔ پی۔ اے، نیوجرسی امریکہ۔

میری زندگی کا سب سے اہم دن تھا جب میں سرسی سے علیگڈھ آٹھویں کلاس میں داخلہ کے سلسلہ میں گیا۔ میرے برادر بزرگ علی گڈھ یونیورسٹی میں لکچرار ہو گئے تھے اور ضیاء الدین ہوسٹل کے Resident warden ریزیڈینٹ وارڈن تھے۔

لہٰذا ہوسٹل میں بڑا کمرہ ان کے پاس تھا جس میں وہ مجھے رکھ سکتے تھے میرا داخلہ منٹو سرکل یعنی سیدنا سیف الدین ہائی اسکول کے آٹھویں کلاس میں ہو گیا۔ یہ جولائی 1967 کی بات ہے آج بھی علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کا وہ دن نظروں میں ہے۔ بارش کے بعد شام کا وقت خوبصورت راستہ عمارتیں ہرے بھرے لان پھول پیڑ ٹھنڈی ہوا اور فضا میں خوشبو۔ آج تک یاد ہے علیگڈھ میں ۱۰ سال رہ کر وہاں سے MBBS کرنے کے بعد امریکہ چلا آیا اور میں جس طرح اور دوسرے علیگ یونیورسٹی کو بھول نہیں پاتے میں بھی ابھی تک خوابوں میں زندگی کے اس دور کو دیکھتا ہوں اور یہ شعر پڑھ لیتا ہوں ؎

چلے تو آئیں ہیں اپنا وجود لے کر ہم پر اپنی روح علیگڈھ میں چھوڑ آئے ہیں

برادر بزرگ نے تعلیم کے علاوہ تربیت کا یہ انتظام کیا کہ مجھے مولانا سید سبط الحسن ہنسوی کے یہاں لے گئے اور ان کا مکان ہمارے ہوسٹل کے بالکل قریب تھا کسی زمانہ میں یہ محسن الملک ہال کا ایک حصہ تھا۔ بڑی عمارت تھی اونچہ دروازہ پھر گیلری اس۔ کے بعد بڑا سا

ڈرائنگ روم و لائبریری۔ اس کے برابر میں ڈائنگ روم اس کے پیچھے خوب بڑا ہال جس میں مجالس بھی ہوتی تھیں اور سردیوں میں آرام کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا اس کے علاوہ اس ہال کو دو حصوں میں پردوں کے ذریعہ تقسیم کیا گیا تھا۔ پچھلا حصہ اسٹور بھی تھا۔ اس ہال سے نکلنے کے بعد اونچا برآمدہ پھر نیچے صحن جس کے آخیر میں کچن غسل خانہ وغیرہ تھا۔ ایک کمرہ بالکل سامنے کی طرف جس پر چق پڑی رہتی تھی اور اس سے ملا ہوا چھوٹا سا کمرہ جو مہمانوں کے لئے تھا۔ اس گھر میں مولانا کی شخصیت سب سے زیادہ قدآور اور رعب دار تھی سب ان سے ڈرے رہتے تھے مگر وہ بہت ہی مخلص انسان تھے باہر سے ایسا لگتا تھا مگر اندر سے ہمدرد اور نیک انسان۔ مولانا کی اہلیہ خلوص اور نرمی کا مجسمہ تھیں۔ دو بیٹیاں MA فارسی میں کر رہی تھی اور باقاعدہ حجاب کرتی تھیں جو حجاب کا حق ہے حالانکہ اس ماحول میں یہ بڑا مشکل مسئلہ تھا۔ گھر کے سب سے چھوٹے فرد مگر سب کی آنکھوں کا تارا ندیم اس وقت شاید ۵ یا ٦ سال کے تھے۔ سارے گھر کی محبت کے تنہا وارث۔ ان سے ہماری جلدی ہی دوستی ہوگئی اور ان کے ساتھ کھیلنے کے علاوہ اکثر رات دیر تک اور چھٹیوں میں رات میں وہیں سو جاتے۔ آہستہ آہستہ ہم بھی اس گھرانہ کے ایک فرد ہو گئے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نے بچپن میں جو بھی اچھی چیزیں سیکھیں وہ اسی گھر سے سیکھیں۔

گھر کا ماحول صاف ستھرا۔ ایک دوسرے کی عزت۔ بچوں اور بڑوں اور مہمانوں کے ساتھ اخلاق۔ صبح اٹھ کر سب کو آداب کہنا رات کو دعا پڑھنا۔ کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھونا۔ بسم اللہ کہہ کر لقمہ توڑنا۔ بیماری میں اللہ کی کتاب سے مدد۔ سفر کے وقت امام ضامن۔ ہر جمعرات کو اعمال۔ محرم چہلم رمضان کا ماحول گرمیوں میں۔ چارپائیاں صحن میں سفید چادریں۔ گھڑونچیاں۔ سردی میں لحاف مہمانوں کے لئے عمدہ کھانے۔

عام دنوں میں بھی ناشتہ دوپہر رات کے کھانے۔ مزے دار مختلف قسم کے کھانے میں کچن میں بھی بیٹھتا تھا اور ہر چیز کو غور سے دیکھتا۔ باہر کا کوئی کام ہوتا تو میں کردیتا تھا۔ مولانا کی بیٹیاں پڑھائی کے علاوہ گھر کے تمام امور خانہ داری میں بدرجہ اتم تھیں۔ اور ان کی محبت ایک چھوٹے بھائی کو حاصل ہوئی وہ ناقابل فراموش ہے۔ ندیم اگر بیمار ہوجاتے تو سارا گھر پریشان ہوجاتا تھا۔ اور کس طرح ان کی والدہ بہنیں ان کی خدمت میں لگ جاتے تھے۔ مولانا کی بہت ساری مصروفیات تھیں۔ مجھے اس وقت اس کا اندازہ نہیں تھا۔ مولانا آزاد لائبریری میں شاید فارسی شعبہ میں ملازمت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آگرہ میں سالانہ مجالس شہید ثالث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سکریٹری ہونے کی وجہ سے سارا بوجھ ان پر تھا۔ اور علی گڈھ یونیورسٹی میں عزاداری کو قائم کرنے والوں میں بھی ان کا شمار ہے۔ اپنے گھر مجالس کا اہتمام کرتے تھے اور ان کے گھر سے جلوس کی ابتدا بھی ہوئی۔ اتنی بڑی شخصیت ہونے کے باوجود مجھ جیسے چھوٹے بچہ سے گفتگو کرتے میرے بارے میں پوچھتے اور ہدایت بھی کرتے۔ اس گھرانہ کے ایک فرد کی حیثیت سے آگرہ کی سالانہ مجالس میں جانے کا اتفاق بھی ہوا۔ بعد میں تو جب میں میڈیکل کالج میں تھا تو میڈیکل کیمپ کے ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے بھی شرکت کی اور چونکہ مولانا کو Asthma تھا اور سانس پھولنے پر انجکشن کی ضرورت پڑتی تھی کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ یہ کام میں نے کیا۔ اور شاید ان کے احسانات کا کچھ بدلہ ادا ہوسکا ہو۔

مولانا مرحوم کو خداوند کریم جنت فردوس میں جگہ معصومین کے ساتھ عطا کرے اور باقی اہل خانہ پر بھی خاص کرم ہو۔ ہائی اسکول ختم کرنے کے بعد میرا کوئی خاص تعلق نہ رہ گیا تھا۔ مگر بچپنے کی یادیں ابھی تک تازہ ہیں۔ میں نے اس گھر سے جو میری یادوں کا ایک

ضروری حصہ ہے۔ تمیز، اخلاق، اخلاص، نیکی، علم کی اہمیت۔ بزرگوں کی عزت، بچوں سے محبت۔ اور سب سے بڑھ کر اہل بیت علیہم السلام کی محبت اور دین کی اہمیت سیکھی۔ آج جو کچھ ہوں میری شخصیت میں ان چند سال کا تجربہ ضرور شامل ہے اور ایک طرح سے میں اپنے آپ کو اس گھرانہ کا احسان مند سمجھتا ہوں اور یہ کتاب کی اشاعت میں حصہ لے کر اس احسان کا فرض ادا کر رہا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ احسان کا بدلہ صرف احسان ہے۔ خداوند کریم ہمیں توفیق عطا کرے کہ صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ اور ہمیں اچھے کام کرنے کے مواقع ملتے رہیں تا کہ ہماری عاقبت سنور جائے آمین۔

مولانا کے لئے

راستو کیا ہوئے وہ لوگ جو آتے جاتے
میرے آداب پہ کہتے تھے کہ جیتے رہیے

بچپن کی یادیں کاش واپس پلٹ سکتیں۔

یادِ ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

خاکِ کفِ پائے غلامانِ شاہ نجف

AFTAB HUSAIN,M.D.P.A
Diplomat American Board of Urology
663 Brace Avenue.Perth Amboy, NJ 08861

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

میں بہت پریشان تھا اس کتاب کی فراہمی کے بارے میں اپنی طالب علمی کے زمانے کے دوست نجمل جو لکھنؤ اور علی گڑھ یونیورسٹی میں مولانا نجمل کہلاتے تھے لیکن آج سے دو روز پہلے ایک دعوت میں سید سبط رضی سابق گورنر جھارکھنڈ سے ملاقات ہوئی اسی کتاب کے سلسلہ میں اور مولانا نجمل کے بارے میں بات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ نجمل کی موت کے ایک دن پہلے ان کی بہن نجمہ نے انھیں ٹیلیفون کیا اور کہا کہ نجمل کی حالت بہت خراب ہے موت کے قریب ہیں لیکن پریشان ہیں کہ ان کی تجہیز و تکفین شیعہ عقائد کے حساب سے کیسے ہوگی ان کے روابط دہلی کے شیعوں سے نہیں ہیں حالانکہ وہ گلے کی تکلیف کی وجہ سے بات نہیں کر سکتے تھے میں نے کہا کہ آپ فون کے رسیور ان کے کان میں لگا دیجیے وہ میری بات سن لیں میں نے انھیں یقین دلایا کہ خدا کرے آپ اچھے ہو جائیں لیکن اگر ایسا ہوا تو میری ذمہ داری ہے کہ آپ کے شایان شان سارا تجہیز و تکفین کا عمل شیعہ عقائد کے مطابق انجام پائے گا۔ اتفاق سے دوسرے ہی دن ان کی موت واقع ہوگئی اور جو میں نے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا۔

میں سرکار مولانا سعادت حسین خاں صاحب طاب ثراہ کا حسن اتفاق سے پڑوسی ہو گیا تھا اور اپنی کتب بینی کے شوق میں اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ان

سے مذہب شیعیت پر طویل گفتگو ہوتی تھی اور میرے علم میں اضافہ کے لیے وہ ضروری کتابیں مجھے فراہم کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد ان کے نواسے مولانا ظہیر احمد خاں افتخاری صاحب قم سے تشریف لے آئے اور میرے روابط ان سے ہو گئے اور مذہبی امور پر بحث و مباحثہ ہوتا رہتا ہے کتابوں کے سلسلہ میں اب نانا کی وہ مہربانیاں نواسے نبھاتے ہیں۔

ایک دن گفتگو کے دوران آیۃ اللہ مولانا سید سبط الحسن فاضل ہنسوی طاب ثراہ کی کتاب ''عزاداری کی تاریخ'' کے سلسلہ میں گفتگو ہونے لگی جو میں نے بہت پہلے پڑھی تھی اور اس میں تاریخی معلومات کا جو ذخیرہ ہے اس کا میں بہت قائل تھا تب مولانا ظہیر احمد خاں افتخاری صاحب نے میری رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ افسوس یہ ہے کہ اب وہ کتاب دستیاب نہیں ہے۔ اس کا ایک نسخہ ان کے صاحب زادہ نجم الحسن صاجب جو آپ کے دوست ہیں ان کے پاس ہے اگر وہ مل جاتے تو میں وہ کتاب دوبارہ چھاپ کر قوم کی تاریخی معلومات میں اضافہ کروں گا میں نے کہا میرے دوست ہی نہیں بلکہ میرے یار ہیں میں دہلی جا کر کتاب حاصل کروں گا چنانچہ میں دہلی گیا تو پتہ چلا کہ بہت سخت علیل ہیں اور کینسر جیسے موذی مرض میں گرفتار ہیں نوئیڈا میں رہتے ہیں۔ میں فوراً ان کے پاس گیا عیادت واحوال پرسی کے بعد کتاب کا تذکرہ ہوا کچھ باتیں بے نقط کی سنتیں کو ملیں جب اس کا سلسلہ بڑھ گیا تو ان کی اہلیہ محترمہ ریحانہ بھابھی نے مداخلت کی کہ ان کو کھانا نہیں کھلا رہے ہیں صرف باتیں سنا رہے ہیں پھر کھانا لگایا گیا مگر

ان کی تکلیف دیکھ کر کھانا کسی سے نہ کھایا گیا ریحانہ بھابھی نے مجھ سے وعدہ کیا کہ ابن تم اطمینان رکھو یہ کتاب دو چار دن میں تم کو لکھنؤ کے پتہ پر بھجوا دوں گی چنانچہ نجمل کی زندگی میں یہ کتاب پہنچ گئی۔ نجمل انگریزی کے اپنے زمانے میں بہت مانے جانے صحافی تھے وہ اپنی زندگی میں نیشنل ہیرلڈ پزیاٹ، ٹائمس آف انڈیا، اور TRIBUNE جیسے بڑے مشہور اخباروں سے منسلک تھے مرحوم بہت مرنجا مرنج طبیعت کے مالک تھے اور اپنے پیچھے اپنے دوستوں اور مداحوں کا ایک قافلہ چھوڑ گئے۔

امید ہے ظہیر افتخاری صاحب اس کتاب کو ضرور چھاپیں گے تا کہ نجمل مرحوم کی روح کو بھی تسکین ہو اور لوگوں کی تاریخی معلومات میں اضافہ ہو۔

ابن حسن ایڈووکیٹ

رستم نگر، لکھنؤ/۳

اظہار تشکر

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ من لم یشکر المخلوق لم یشکر الخالق جو بندہ کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا وہ خالق حقیقی کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ اس حدیث کے پیش نظر میں محترم ڈاکٹر جناب آفتاب حسین سرسوی مقیم نیوجرسی امریکا کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنھوں نے خدمت اسلام و عزاداری کے جذبہ کے تحت ''عزاداری کی تاریخ'' کتاب کی طباعت میں مالی تعاون فرمایا خدا موصوف کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور ان کے فرزندوں کو ترقی کے منازل طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سرپرست
ظہیر احمد خاں افتخاری
ادارۂ شیعہ مشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف چند

رسالہ ''عزاداری کی تاریخ'' ۱۹۶۱ء میں عظیم ترین اسلامی اسکالر مولانا سید سبط الحسن فاضل ہنسوی مرحوم نے تصنیف فرمایا تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت تھی اور انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کا احتجاج جاری تھا یہ بات انگریز بھی سمجھ رہے تھے کہ انھیں ایک ہندوستان کیا ایشیا کے پورے خطے کو چھوڑنا پڑے گا سیاسی جوڑ توڑ کی ماہر انگریز قوم کا سامراج برطانیہ تک محدود ہو جائے گا لہٰذا ان کی کوشش یہ تھی کہ ایشیا کی تمام اقوام میں فکری اعتبار پر ان کے غلام موجود رہیں ایشیا کی سب سے بڑی طاقت مسلمان تھے مسلمانوں کی سب سے بڑی قوت عزاداری ہے لہٰذا گوروں کی مکار ذہنیت نے مسلمانوں میں اپنی مداخلت کو باقی رکھنے کے لئے فرقۂ وہابیہ کو ایجاد کیا وہابیت کچھ نہیں صرف ناصبیت کو فرقہ کی شکل میں متشکل کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے مسلمانوں کے عوامی طبقہ میں کبھی ناصبیت کو قبول نہیں کیا گیا لہٰذا انگریزوں نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی ناصبیت اور آل سعود کی خونخواریت کو جمع کر کے وہابیت کی بنیاد رکھی وہابیت نے بیسویں صدی کے چوتھے دہے میں ہندوستان میں قدم جمانے شروع کر دیئے تھے اور وہابی تحریک کا پہلا حملہ عزاداری پر تھا تعزیہ، علم، جلوس، تبرکات عزا عزاداری سے وابستہ ہر شئے کو غیر شرعی اور بدعت قرار دیا جانے لگا تھا اس دور میں فرقۂ شیعہ کو تو وہابیت سے کوئی قطرہ لاحق نہیں تھا مگر اہل سنت والجماعت پوری طرح وہابیت کے تیروں کا ہدف تھے

مستقبل میں شیعت کو بھی اسی زد پر آنا تھا اور سنی و شیعہ کے درمیان اختلاف کی نئی راہ کھلنے کا امکان تھا جس کا اثر لکھنؤ میں شروع ہوا نہ صرف شروع ہوا بلکہ لکھنؤ کے تعزیہ دار سنی اپنے کو وہابیت کی زد سے محفوظ نہ رکھ پائے اور آج خانوادۂ فرنگی محل جو پورے اودھ کے اہلِ سنت حضرات کا مذہبی مرکز تھا وہ خود وہابیت کے زیر سایہ سانسیں لے رہا ہے۔ بہر حال ایسے نازک حالات میں آیۃ اللہ مولانا سید سبط الحسن فاضل ہنسوی طاب ثراہ نے تاریخ عزاداری کو کتاب ہذا کی شکل میں اہلِ سنت حضرات کی تحریر کردہ معتبر تاریخوں سے جمع کیا بلکہ اثبات عزا کے سلسلے میں اکابرین اہلِ سنت کے فتاویٰ اور فرمودات بھی نقل کئے تاکہ یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ شیعہ اور سنی اختلاف خلافت کے موضوع پر ہے عزاداری کے موضوع پر نہیں مولانا فاضل ہنسوی طاب ثراہ کی سعی بلیغ نے اہلِ شعور کو روشنی بخشی بہر حال جس حد تک یہ تصنیف وہابیت کے خطرات سے قوم کا تحفظ کر سکتی تھی اتنا اس نے کیا ادھر عرصہ سے تصنیف ہذا مفقود تھی اللہ برادرم حجۃ الاسلام مولانا ظہیر احمد خاں افتخاری کو اجر جزیل عطا کرے کہ انھوں نے کتاب کے قدیم نسخہ کو حاصل کیا اور اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور اپنے ادارے شیعہ مشن سے اسے شائع کیا اور اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ اسے ہر اس مسلمان تک پہنچانے کی کوشش کریں جو صدق دل سے تلاش حق میں سرگرداں ہے۔

فقط

احقر

سید غلام حسین صدف زیدی

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

حمداً خص ذوی الشہادت، و الصلوٰۃ والسلام علی نبیہ والہ خیر سادۃ، کچھ دنوں سے مخالفین عزاداری یہ غلط پروپیگنڈا کرتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں کہ امام مظلوم کی تعزیہ داری خلاف مذہب ہے۔ اس غلط فہمی کے پھیلانے کی وجہ سے "عزاداران حسینؑ" یہ محسوس کر رہے تھے کہ "عزاداری" کے متعلق علمائے اہل سنت کے ہدایات واقوال کو شائع کیا جاوے تاکہ بزرگان اسلام کے بارے میں خصوصیت سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس باب میں ان کا کیا عمل رہا ہے۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر یہ رسالہ لکھا گیا ہے اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ دراصل "عزائے حسینؑ" کے مسئلہ میں عموماً اہل سنت (باستثنائے مبغضین اہل بیتؑ) کبھی اختلاف نہیں رہا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ جس وقت تک علمائے احناف وصوفیائے کرام کا زور رہا ہے تعزیہ داری کو برابر ترقی ہوتی رہی ہے اور کسی نے اس کی مخالفت میں اپنے قلم وزبان کو حرکت نہیں دی۔ لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی کہ جب سے وہابیت کے لباس میں "بغض اہل بیتؑ" کو چھپایا گیا ہے اور غیر مقلدوں نے سر اٹھایا ہے اس وقت سے امام حسینؑ اور تعزیہ داری" کی مخالفت کی جانے لگی ہے۔ در حقیقت یہ رسالہ صرف "دوستان حسینؑ" کے لیے تالیف کیا گیا ہے۔ عام اس سے کہ وہ کسی مذہب وملت سے انتساب کیوں نہ رکھتے ہوں۔

یہ رسالہ دو حصوں میں ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔

حصہ اول

تاریخ وثبات عزا پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں عزاداری کی مجمل تاریخ ہے اور خصوصیت سے اس پر بحث کی گئی ہے کہ ہندوستان میں کب سے تعزیہ داری کی رواج ہوا ہے۔

حصہ دوم

اثبات عزا کا ہے۔ اس میں علمائے اہل سنت کی کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے عزائے حسینؑ کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے مسئلہ عزاداری کے بارے میں برادران اہل سنت کے عقیدے کی وضاحت ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک سنی کا محب اہل بیت ہونے کی حیثیت سے "تعزیہ دار" ہونا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی توضیح بھی ہو جاتی ہے کہ اس زمانہ میں عموماً جو رواسم عزا رائج ہیں وہ درحقیقت صرف شیعہ فرقہ ہی سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ رسوم فرقۂ اہل سنت سے زیادہ تر وابستہ ہیں۔

امید ہے کہ تعزیہ دار مسلمان اس رسالہ کی زیادہ سے زیادہ تعداد میں اشاعت فرمائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ

سوگوار غم اہل بیتؑ رسول زمن

سبط الحسن

باسمہ سبحانہ

حِصّہ اول

تاریخ عـــزاء

آہ یہ زمانہ کا کیسا انقلاب تھا کہ نانا کا کلمہ پڑھنے والے ''مسلمان'' فرزند رسول کی شہادت وخاندان نبوت کی تباہی وبربادی پر جشن منامنا کر خوشی کی تکبیریں بلند کررہے تھے۔

ویکبرون بان قلت وانما قتلوا بک التکبیر و التھلیلا

وکانما بک یابن بنت محمد قتلوا جھارا عامدین رسولا (۱)

آخروہ کیسے مسلمان تھے جنھوں نے قتل حسینؑ کے لیے منتیں مانی تھیں اور شہادت حسینؑ کے بعد اپنی نذروں کو پوری کررہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس فعل کو اپنے ''قوم وقبیلہ'' کے لیے باعث صد نازش وافتخار سمجھتے تھے۔

---

(۱) شہید ظلم آپ کو قتل کر کے لوگ نعرہ تکبیر بلند کر رہے ہیں حالانکہ آپ کو قتل کر کے ان لوگوں نے تو اصل تکبیر وکلمہ توحید کو ہی قتل کرڈالا ہے فرزند رسول آپ کو کیا قتل کیا بلکہ لوگوں نے تو کھلم کھلا اور جان بوجھ کر آپ کے نانا رسول کو قتل کیا۔

علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اور علامہ محمد بن عقیل المصری "النصائح الکافیہ" میں ابن الکلبی سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ہانی الاودی نے حجاج بن یوسف الثقفی سے اپنے مفاخرات کے ضمن میں یہ کہا تھا کہ:۔

فان لنا مناقب لیست لا حد من العرب...........کانا فینا نسوۃ نذرن ان قتل الحسین بن علی ان تنحر کل واحدۃ قلائص ففعلن"۔

(النصائح الکافیہ ص ۷۸)

اے حجاج! ہم میں وہ فضائل ہیں کہ تمام عرب میں ایسا صاحب شرف کوئی قبیلہ نہ ہوگا۔ ہماری ہی وہ عورتیں ہیں جنھوں نے یہ نذر کی تھی کہ اگر حسین بن علی قتل کر دیے جائیں تو ہر ایک عورت بہترین قسم کے اونٹ قربانی کریگی۔ جب مراد پوری ہوئی اور حسین قتل ہو گئے تو منت پوری کی گئی۔

اس طرف تو مسرت وشادمانی کا اظہار کیا جارہا تھا لیکن ستم رسیدوں کو یہ بھی اجازت نہ تھی کہ وہ فریاد کرسکیں، اہل بیت امام مظلومؑ اور شیعیان علیؑ کو زباں بندی کا حکم تھا، تذکرہ شہداء کی ممانعت تھی اس کی اجازت نہ تھی کہ تین دن کے بھوکے پیاسوں کی یاد میں مجالس غم منعقد کرسکیں۔ لیکن یہ نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جذبات غم روکے سے رکتے نہیں، باوجود تشدد کے اہل بیت رسولؐ ان مصائب کا تذکرہ فرماتے اور گریہ وزاری کرتے رہے۔ خود مدینہ رسولؐ میں جس وقت اس واقعہ فاجعہ کی خبر آئی ہے تو بنی ہاشم نے جس بے چینی کے ساتھ صف ماتم بچھائی ہے اسکا اندازہ حاکم مدینہ عمرو بن سعید اموی کے ان حرکات سے کیا جاسکتا ہے کہ جب اس نے نوحہ وماتم کی آواز سنی تو ہنسنے لگا اور جوش

مسرت میں کہہ اٹھا:۔

وهذه واعية بواعية عثمان۔

(تاریخ الطبری جزو دوم، جملہ ثانیہ، ص ۳۸۳، طبع لیڈن)

لیکن حسینؑ کی یہ مظلومیت ہی کا اثر تھا کہ خود ظالم کے عشرتکدہ میں صف ماتم بچھائی گئی اور وہ خاموش دیکھتا رہا۔ یہ تاریخی واقعات ہیں کہ:۔

ثم ادخل نساء الحسين على يزيد فصاح نساء آل يزيد وبنات معاوية وولولن۔	جب مخدرات عصمت وطہارت دربار یزید میں پیش کیے گئے اور محل سرا میں اس کی اطلاع ہوئی تو خاندان یزید و بنات معاویہ اور دیگر عورتوں نے فریاد کی اور رونا پیٹنا شروع کر دیا۔

اسی کا اثر تھا کہ ظالم نے مجبور ہو کر اپنی زوجہ ہند بنت عبداللہ بن عامر بن کریز کو گریہ کی اجازت دیدی تھی جس کی وجہ سے:۔

فلم تبق من ال معاوية امرأة الا استقبلتهن تبكي وتنوح على الحسينؑ فاقامو اعليه المناحة۔	خاندان معاویہ کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جس نے اہل حرم کی خدمت میں آ کر گریہ وزاری، نوحہ وفریاد کر کے صف ماتم نہ بچھایا ہو۔

صرف محل سرا کے اندر ہی نہیں بلکہ اموی خاندان کے مشہور افراد بھی دربار عام میں نوحہ غم پڑھا کرتے تھے اور ظالم یزید کو برداشتہ خاطر ان اشعار کو سننا پڑتا تھا، چنانچہ مروان کا بھائی یحییٰ بن الحکم اموی نے حسینؑ کے مصائب کو سن کر بھرے دربار میں یزید کے سامنے حزینہ انداز میں ذیل کے دردناک مرثیہ کو پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

لھا مَ بـجـنـب الطف أدنی قرابةً　　من ابن زیاد العبد ذی الحسب الوغل

سمية أمسی نسلھا عددا لحصی　　وبنت رسـول اللہ لیـس لھا نـسـل

یہی یحییٰ بن الحکم شامیوں سے مخاطب ہو کر یہ بھی کہا کرتا تھا:۔

حـجبتـم عن مـحـمـد یوم القیامة۔　　تم سب کو قیامت کے دن رسول اللہ سے شرمندگی ہوگی۔

اسکو کہتے ہیں مظلومیت کی فتح، یہ وہ واقعات ہیں جن کو مورخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے تفصیل کے لیے" تاریخ الرسل والملوک ابن جریر الطبری جزو دوم جملۂ ثانی صفحہ ۲۷۶ تا ۳۸۲ طبع لیڈن اور تاریخ الکامل ابن اثیر جلد چہارم طبع مصر ملاحظہ کی جاوئے"۔

اصل یہ ہے کہ حسینؑ مظلوم نے صبر و استقلال جہاد و استقرار علی الحق کا ایسا نمونہ عالم کے سامنے پیش کیا تھا کہ دشمن بھی اس سے متاثر تھے، یہ وجہ تھی کہ وہ آل زبیر جو علیؑ اور اولاد علیؑ کی عداوت میں مشہور تھے جنھوں نے ایک مدت تک صرف اس وجہ سے رسول اللہ پر درود بھیجنا ترک کر دیا تھا کہ اس میں آل محمد کا بھی ذکر ہے (عبداللہ بن زبیر نے چالیس جمعوں تک نماز میں درود نہیں بھیجا صرف اس وجہ سے کہ اس میں اہل بیت بھی شامل ہیں۔ دیکھئے نصائح کافیہ محمد بن عقیل المصری صفحہ ۹۳) جو علیؑ اور اولاد علیؑ کا نام سن کر غصہ میں کانپنے لگتے تھے اور سخت سست کہتے تھے (یعنی عروہ بن زبیر، شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۳۶۰) لیکن واقعات کربلا کے بعد ان دشمنان اہلبیت کی یہ حالت ہوئی ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر "شہادت مظلوم" کو سنتے ہیں تو منبر پر جا کر "حسینؑ" کے فضائل و

مصائب کو بیان کرتے ہیں (طبری جز دوم جملہ ثانیہ صفحہ ۳۹۶ طبع لیڈن) اور ان کے دوسرے بھائی مصعب بن زبیر جب عبد الملک بن مروان سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو واقعات کربلا و شہادت امام حسینؑ کے حالات کو سننے کی خواہش کرتے ہیں۔

''قال عروۃ بن المغیرۃ بن شعبہ فخرج یسیر متکیا علی معرفۃ دابتہ ثم تصفح الناس یمیناً وشمالا فوقعت عینہ علیّ فقال یا عروۃ الی فدنوت منہ فقال اخبرنی عن الحسین بن علیّ کیف صنع باءِ بائہ النزول علی حکم ابن زیاد عزمہ علی الحرب فقال ۔

ان الألی بالطف من آل ھاشم　　تاسّو فسنوّ الکرام التأسیا

قال فعلمت انہ لا یریم حتی یقتل''۔ (الطبری جز دوم جملہ ثانیہ ص ۸۰۳، طبع لیڈن)

'' دریں اثنا نظر مصعب بر عروہ بن مغیرہ افتاد گفت مرا خبردہ کہ امام حسین بعد ازان کہ قوم او را گفتند کہ بحکم پسر زیاد راضی شو دبان رضا نہ داد چگونہ جنگ کرد تا کشتہ شد عروہ بتفصیل حکایت شہادت امیرالمومنینؑ حسین را گفتہ دانست کہ مصعب دل بمرگ نہادہ۔

(تاریخ روضۃ الصفا جلد سوم صفحہ ۸۰ طبع بمبئی)

ان واقعات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ واقعات کربلا میں کس قدر اثر تھا کہ دشمن تک ذکر کرنے کے لیے مجبور ہوتے تھے اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش

کرتے تھے ظاہر ہے کہ جب دشمنوں کی یہ حالت تھی تو دوستوں کی کیا کیفیت رہی ہوگی۔
اس واقعہ ہائلہ کے بعد شیعیان علیؑ سخت مضطرب بےچین تھے کربلا کے مظالم کو یاد کرکے
روتے تھے۔ اور جذبۂ انتقام سے مجبور ہوکر اموی حکومت کے خلاف انقلاب پیدا کرنے
کی جدوجہد کر رہے تھے۔ گروہ گریہ کن "توابین" کی خون آشام تلواریں اسی مقصد کے
حصول کے لیے نیام سے باہر نکل آئی تھیں اور نوحہ خواں سدیف بن میمون شاعر انقلاب
کی حیثیت سے "سفاح کے دربار میں اسی چیز کی جانب دعوت دے رہا تھا ۔

لایغرنک ماتری من رجال　　انّ تحت الضلوع داءً دویاً
فضع السیف وأدفع السوط حتی　　لاتری فوق ظهرها امویّاً (۱)

(الفخری)

خود ائمہ اہل بیت السلام نے بھی واقعات کربلا کی نشر و اشاعت کے جانب خاص
توجہ فرمائی ہے۔ عزائے حسینؑ میں خود بھی مصروف رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی
دعوت دیتے رہے "مجالس" کے قیام کے متعلق مذہبی احکامات و ہدایات صادر فرمائے
اور گریہ و ذکر حسینؑ کے فضائل میں احادیث ارشاد کیے گئے۔ اگر چہ مروانی اور عباسی

---

(۱) امیر! ان لوگوں سے دھوکے میں نہ آ، یہ بنی امیہ ہیں، ان کے پہلو میں کینہ و عداوت ہے اس لئے تلوار
برہنہ کر اور کوڑے کو اٹھا، دیکھ پشت زمین پر کوئی اموی نظر نہ آئے۔

حکومتیں اس کی مخالفت کرتی رہیں اور اس امر کی کوشاں رہیں کہ عزاداران حسینؑ ''یعنی سادات و دوستداران علیؑ'' کا خاتمہ دنیا سے کردیں اور فضائل و مناقب اہل بیتؑ سے دنیا ناواقف ہو جائے۔

وکان اهل البيت و شيعتهم فى ايام تينك الدولتيں بل وفى امرة ابن زبير فى غاية من الاضطهاد والتشريد والقتل والاذىٰ طبق مااخبربه المصطفىؐ فانهم خرجوا من ظلم بنى امية الى ظلم بنى العباس ولئن كان بنوا لعباس اعداءً لبنى امية فانهم كذلك اعداء لعلويين كارهين ذكر مافيه منقبة وفضل لبنى على عليه السلام حتى ان احد ملوكهم هدم قبرالحسين عليه السلام وزرع الارض فوقه وحكم بعضهم على العلوميين ان لا يركبوا خيلا۔

اموی اور عباسی دور میں اور زمانہ حکومت ابن زبیر میں بھی اہل بیت رسولؐ اور ان کے دوستوں پر ظلم وجبر کی انتہا تھی رسولؐ کی پیشینگوئی کے مطابق انکو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں، شہر بدر کیے جاتے اور قتل وغارت کیے جاتے تھے۔ وہی بنی امیہ کے ظلم سے نکل کر بنی عباس کے مظالم میں مبتلا ہوئی بنی عباس اگرچہ بنی امیہ کے دشمن تھے لیکن یہ لوگ اولاد علی و فاطمہ کے سخت ترین دشمن تھے۔ اہل بیتؑ کے فضائل و منقبت کی یہ سخت مخالفت کرتے تھے۔ ان کی عداوت کی یہ انتہا تھی کہ ان کے ایک خلیفہ (متوکل) نے قبر مقدس امام حسینؑ کو منہدم کرادیا تھا اور اس پر کھیتی کرائی (یہ ظلم دو مرتبہ ہوا ہے ایک مرتبہ بنی امیہ کے زمانہ میں اور دوسری مرتبہ متوکل کے عہد میں ''حدائق الوردیہ'') اور ان کے زمانہ میں سادات کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ سواری پر نہ سوار ہوں اور کوئی خادم نہ رکھیں اور اگر کسی معمولی آدمی کو کسی سید سے کوئی رنج وعداوت ہو اور۔

ولا یتخذوا اخادماوان من کان بینه وبین احد من العلویین خصومة من سائر الناس قبل قول خصمة فیه ولم یطالب بینة کما ذکر ذلک المقریزی فی الخطاط وغیره ومات کثیر امن اکابرهم فی سجون بنی العباس۔

(النصائح الکافیہ لابن عقیل المصری صفحہ ۱۸۵)

وہ دشمنی میں ان پر کوئی الزام لگائے تو وہ الزام بغیر ثبوت کے مان لیا جائے۔ ان واقعات کا مفصل ذکر علامہ مقریزی نے اپنی کتاب خطط والآثار میں کیا ہے اس کے علاوہ سادات مقید کیے جاتے تھے حتیٰ کہ اکثر سادات قید ہی میں مر گئے۔ (علامہ مقریزی نے علاوہ "خطط" کے ایک دوسری کتاب میں بھی تفصیل کے ساتھ ان مظالم کو لکھا ہے، جس کا نام "کتاب النزاع والتخاصم" ہے جو مصر کے مکتبہ اہرام سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہو چکی ہے)۔

لیکن ان مظالم کے باوجود امام حسینؑ علیہ السلام کی تعزیت کو بند نہ کیا جا سکا بلکہ اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا، شعرا واقعات کربلا پر مرثیے نظم کرتے تھے چنانچہ ابو عمارہ اور جعفر بن عفان نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مرثیے پڑھے، اسی طرح دعبل خزاعی اور ابراہیم بن عباس نے امام علی رضا علیہ السلام کے حضور میں مرثیے پڑھے۔ صرف انھیں لوگوں نے نہیں بلکہ ان کے علاوہ اور دوسرے شیعی شعراء بھی باوجود اس کے کہ ان کو اپنی جان کا خوف تھا امام حسینؑ کے غم میں مراثی کہا کرتے تھے:۔

ولم یحبس احد من شعر الشیعه یرثیه خفیة من بنی امیه الا الکمیت و ابونهیل وهب الجمحی

بنی امیہ کے خوف سے کسی شیعہ شاعر کو یہ بنی امیہ کے خوف سے کسی شیعہ شاعر کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ واقعۂ کربلا پر علانیہ مرثیے۔

وکثیر بن بکیر السہمی۔ کہے سوائے کمیت، اور ابوذہل وہب الجمی وکثیر بن کثیر السہمی کے۔(۱)

(حدائق الوردیہ فی ذکر ائمۃ الزیدیہ قلمی)

اس طرح دوستداران علیؑ برابر اظہار کرتے رہے لیکن عشرۂ محرم جو شیعوں کے لیے مخصوص یوم غم کی حیثیت رکھتا تھا اس کی اہمیت غم کو کم کرنے کے لیے عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں "حجاج بن یوسف" عشرۂ محرم کو یوم سرور و عید قرار دیدیا اس دن تمام ممالک محروسہ و حدود شام میں خوشی کی جانے لگی "الخطط والآثار" للمقریزی جلد اول صفحہ ۳۹۰ طبع مصر مگر جب بنی عباس کی حکومت کمزور ہوگئی اور آل بویہ (دیالمہ) کو جو محب خاندان رسالت تھے سطوت و غلبہ حاصل ہوا تو "معز الدولہ دیلمی" نے ۳۵۲ھ میں دار الخلافت بغداد میں علانیہ "عزائے حسینؑ برپا کرنے کا حکم دیا:۔

وفیھا یوم عاشوراء الزم معز الدولة اھل بغداد النوح والمأتم علی الحسین وامر بغلق الابواب و غلقت فیھا السوق

۳۵۲ھ میں عشرۂ محرم کو معز الدولہ نے اہل بغداد کو امام حسینؑ پر نوحہ و ماتم کرنے کا حکم دیا اور شہر کی رونق و آرائش کو کم کرنے و اظہار غم کے لیے بازار اور دروازے بند کرادیے گئے۔

---

(۱) واقعہ کربلا کے بعد عہد اموی اور عباسی میں کوئی ایسا شیعی شاعر نہیں ہے جس نے امام مظلوم کا مرثیہ نہ کہا ہو اگر یہ تمام مراثی ایک مقام پر جمع کیے جائیں تو ابو تمام کی "کتاب الحماسہ" سے بھی ضخامت میں زیادہ ہو جائیں۔ ناچیز نے اس موضوع پر مستقل ایک مضمون لکھا ہے جس میں تمام شیعی شعرائے عرب کا تذکرہ کیا ہے۔ (مؤلف)

ومنع الطباخین من عمل الاطعمة وخرجت النساء الرافضه ناشرات الشعور۔

(یعنی مکمل ہڑتال کرائی گئی) اور باورچیوں کو اس دن کھانا پکانے سے منع کردیا گیا۔ اور شیعہ عورتیں بال کھولے ہوئے نکلیں۔

(تاریخ مرآۃ الجنان علامہ یافعی وقائع ۳۵۲ھ و تاریخ ابوالفدا جلد دوم ص ۱۰۲، طبع حسینیہ مصر)

تقریباً گیارہ سال کے بعد ۳۶۳ھ میں "المعز الدین اللہ الفاطمی" نے بھی یہ ہی حکم جاری کیا اور وہاں بھی امام مظلوم کی عزاداری علانیہ ہونے لگی۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے الخطط للمقریزی، ج، دوم، ص ۲۸۹ تا ۲۹۱ طبع مطبع النیل، مصر ۱۳۲۳ھ)۔

ان مقامات میں عزائے مظلوم کی سخت مخالفت بھی کی گئی بغداد میں حسینی یادگار کے مقابلہ میں مخالفین نے ۳۹۰ھ سے مصعب بن زبیر کے قتل کی یادگار منانا شروع کردیا اور ۱۸ محرم کو مصعب کے واقعۂ قتل پر اظہار غم کرنے (۱) لگے جو کچھ عرصہ کے بعد خود ہی بند ہوگیا۔ مصر میں خلفائے فاطمین کی سطوت سے یہ تو ضرور ہوا کہ اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرسکے۔ لیکن جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب نے بنی فاطمہ کی سلطنت کو تباہ و برباد کردیا تھا تو سب سے پہلے اس نے عزائے مظلوم کو مٹانے کی کوشش کی اور عید عاشور کی بدعت کو پھر سے جاری کردیا۔

(الخطط للمقریزی)

مملک ایراں میں ابتدائے اسلام ہی سے تشیع کا غلبہ رہا۔ یہ ایرانی ہی تھے جنھوں نے "اموی حکومت" کی بنیادوں کو جڑ سے کھود کر تباہ و برباد کیا۔ یہی وہ تھے جنھوں نے سرکشان عرب

---

(۱) تاریخ کامل، ص ۵۳، جلد ۹۔

کے ظاہری جبروت کے سامنے جھکنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اپنی بے پناہ تلواروں سے جبابرۂ بنی امیہ کو زیر کر کے دولت ہاشمی کے قیام کے باعث ہوئے اس لیے ایرانیوں میں عزائے امام کی کافی اہمیت رہی۔ جب داعی صغیر زید الحسنی نے طبرستان میں اپنی مستقل حکومت قائم کی تو اس زمانہ سے مذہب امامیہ کو بہت عروج ہوا اور عزائے امام میں بھی کافی رونق ہوئی۔ انھیں بزرگ کے صاحبزادے داعی صغیر محمد بن زید الحسنی تھے۔ جنھوں نے سب سے پہلے مشہد امام مظلوم اور روضۂ جناب امیر علیہ السلام کو تعمیر کرایا:۔

لما قام الداعی الی الله محمد بن زید الحسنی علیه السلام امر بعمارة المشهدین مشهد امیر المومنین و مشهد الحسین علیهم السلام وقیل انه انفق علی عمارتهما الی عشرین الف درهم وبلغ عضد الدوله الغایة تعظیمهما و عمارتهما والا تفاق علیهما کان یزور کل سنة ۔

(حدائق الوردیہ قلمی)۔

الداعی الی اللہ محمد بن زید الحسنی ان مرقد منور امیر المومنین اور امام حسین پر قبہ وعمارت بنوایا کہتے ہیں کہ ان دونوں کی تعمیر میں بیس ہزار درہم خرچ ہوئے۔ عضد الدولہ دیلمی نے بھی ہر دو مشاہد کی تعمیر و توسیع میں بہت کافی خرچ کیا ہے اور وہ ہر سال زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔

لیکن جس زمانہ سے حکومت وملت ایران دونوں کا مذہب ''شیعہ'' ہوگیا اس وقت سے عزائے امام کو کافی عروج ہوا۔ آج بھی شاہ ایران اپنے اعلان تشیع کے ساتھ زمانہ حاضرہ کی ضروریات کی پیش نظر رکھتے ہوئے رسوم عزاداری کو کچھ اصلاح کے ساتھ

جاری رکھنے کے لیے قوانین نافذ کر رہے ہیں ؎

مانا کہ زمانہ کا رہے گا نہ یہ عالم   ترتیب تمدن کی یہ ہوجائیگی برہم
پھر اور کسی رنگ میں ہوگا ترا ماتم   دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیرؑ بہرحال ترا نام رہے گا

(نجم آفندی)

سرزمین شام میں بھی عشرہ محرم کو کافی اظہار حزن واندوہ کیا جاتا تھا چنانچہ مولانا روم مثنوی کی جلد ششم میں فرماتے ہیں ؎

روز عاشورا ہمہ اہل حلب   باب انطاکیہ اندر تابہ شب
گرد آید مرد وزن جمعے عظیم   ماتم آں خانداں وارد مقیم
تابہ شب نوحہ کنند اندر بکا   شیعہ عاشورا برائے کربلا
بشمر نداں ظلمہا با امتحاں   کز یزید و شمر دید آں خاندان
از غریو نعرہا درسرگزشت   پر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت
یک غریبے شاعرے ازرہ رسید   روز عاشورا و آں افغاں شنید
شہر را بگزاشت واں سور وے کرد   قصد جستجوئے ہائے و ہوئے کرد
پرس پرساں می شد اندر افتقاد   چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
ایں زمانے رفت باشد کہ بمرد   ایں چنیں مجمع نباشد کار خورد

نام او القاب او شرحم دہید ۔۔۔ کہ غریبم من شما اہل دہید
چیست نام و پیشہ و اوصاف او ۔۔۔ تا بگویم مرثیہ الطاف او
مرثیہ سازم کہ مرد شاعرم ۔۔۔ تا ازیں جا برگ لا لنگی کنم
آن یکے گفتش کہ تو دیوانۂ ۔۔۔ تو نہ شیعہ عدوئے خانۂ
روز عاشورا نمی دانی کہ ہست ۔۔۔ یا نمی خوانی ز قرآنے کہ ہست
پیش مومن کے بود ایں قصہ خوار ۔۔۔ قدر عشق گوش عشق گوشوار

پیش مومن ماتم آن پاک روح
مشتہر باشد زصد طوفان نوح

(مثنوی مولانائے روم مجلد سادس صفحہ ۱۰۵۷ طبع بمبئی ۱۳۰۸ھ)

یہ واقعہ آج سے تقریباً سات سو برس پہلے کا ہے کہ شہر حلب سے باہر عزائے حسینؑ کے لیے شیعوں کا اتنا زبردست اجتماع ہوتا رہا۔ جس میں اس شان سے گریہ وزاری نوحہ وماتم کا شور بلند کیا جاتا تھا کہ ایک نو وارد شاعر متحیر ہوگیا۔ لیکن آج بھی مملکت شام میں عزائے حسینؑ اسی شان سے ہوتی ہے۔ جس کا تذکرہ غیر ممالک کے سیاحوں کو کرنا پڑا ہے۔ خصوصیت سے دمشق، جبل عامل، صیدا میں عزائے امام بہت ہی اہتمام سے کی جاتی ہے (مجلّہ العرفان) خود ہمارے اس ہندوستان میں بھی امام مظلوم کی عزاداری مدتہائے دراز سے کی جاتی ہے لیکن ایران، عرب، مصر و شام کی عزاداری سے یہاں کے رسوم عزا میں بہت کافی فرق و امتیاز ہے۔ ان ممالک میں عزائے حسینؑ صرف ''شیعیان علیؑ'' سے مخصوص

ہے۔ لیکن ہندوستان میں کسی مذہب و فرقہ کی قید نہیں ہے۔ شیعوں کے دوش بدوش اہل سنت بھی عزائے امام میں کافی حصہ لیتے ہیں اور غیر مسلم برادران ہنود بھی تعزیہ داری کرتے ہیں۔ اگرچہ اہل سنت میں ایک ایسا بھی طبقہ ہے جو خوش عقیدہ اہل سنت کو عزائے امام مظلوم سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے خودساختہ فتووں کے ذریعہ اس کو کفر و بدعت قرار دیتا رہتا ہے گوکہ اہل سنت کے علمائے روحانیین کے نزدیک یہ فتاوے کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں۔ ایسے مفتیوں کے متعلق مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب لکھنوی ''الخاطب بہ مقبول النبی'' ارشاد فرماتے ہیں:-

روزے ارشاد گردید کہ علمائے ظواھر راعجب دین واسلام است کہ ھر کس رامی خواھند کافر می نمایند وھر کس رامی خواھند مومن چنانچہ اگر کسے ایں لفظ بجانب عالم بگوید کہ جوتی اوتی قائل ایں قول را کافر نوشتہ اند چرا کہ عالم وارث النبی است حق اوایں کلمہ اھانت زد سرزد و شمر ملعون کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رانا حق ذبح کردہ اطلاق کفر برو کردن نمی توانند درھمیں تذکرہ می فرمودند کہ ھرگاہ ھے کہ

ایک دن مولانا نے ارشاد فرمایا کہ علمائے ظاہر کا عجب دین واسلام ہے کہ جسکو چاہتے ہیں کافر بنادیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں مومن کہہ دیتے ہیں اگر کوئی شخص کسی عالم کی شان میں کوئی اہانت آمیز لفظ کہے تو قائل کو اس دلیل سے کافر بنادیتے ہیں کہ اس نے عالم کی جو پیغمبر کا وارث ہے اہانت کی لیکن اس کے خلاف شمر ملعون کو جو جگر گوشۂ رسولؐ وراحت قلب بتولؑ امام حسینؑ کا قاتل ہے کافر نہیں کہتے بلکہ مومن سمجھتے ہیں اسی سلسلۂ گفتگو میں مولانا نے ارشاد فرمایا کہ

شمر ملعون بر سینه مبارک حضرت امام علیه السلام برائے ذبح کردن سوار بود شخصے ازاں مردود گفت که تو رتبه ایں را نمی شناسی که ایں حرکت بخود گوارا ساختی آں مردود از عمامهٔ خود کاغذ استفتاء بمهر دو صد علمائے آں وقت پیش انداخت مولانا صاحب می فرمودند که اکثر کتب قدیم از آں علمائے هستند حق تعالیٰ از فضل و عنایت خود مارا از ملاحظه آں محفوظ داشته است۔

جب شمر بدبخت سینۂ مبارک امام حسینؑ پر ذبح کرنے کے لیے سوار ہوا تو ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تو فرزند رسول کے رتبے سے ناواقف ہے جو یہ ارادہ کر رہا ہے۔ یہ سن کر اس مردود نے اپنے عمامہ کو سر سے اتارا اور اس میں سے ایک فتوے کا کاغذ نکال کر دکھلایا جس میں دو سو علمائے وقت نے امام مظلوم کے قتل پر فتویٰ دیا تھا"۔ ان سب علماء کی مہریں بھی ثبت تھیں مولانا نے فرمایا کہ اکثر قدیمی کتابیں انھیں علماء کی تصانیف سے ہیں خداوند عالم نے اپنے فضل و مہربانی سے ان کتابوں کے مطالعہ سے ہم کو محفوظ رکھا ہے۔

(انوار الرحمن لتنویر الجنان، ص ۱۱۷۔ طبع مطبع منشی کالی پرشاد، ۱۲۸۷ھ)

مسلمانوں کی طرح برادران ہنود بھی نہایت خلوص اور جوش و خروش کے ساتھ امام مظلوم کی عزاداری کرتے ہیں۔ صرف پست اقوام کے ہندو ہی عزادار نہیں ہیں بلکہ اونچی ذات کے ہندو اور بڑے بڑے راجہ مہاراجہ عزاداری کرتے ہیں۔ گوالیار، اندور، بھرتپور، بڑودہ، دھولپور، دتیا اور بنارس کے مہاراجگان اور دوسرے ہندو حکمراں عزادار ہیں۔ سکھ قوم باوجود اس کے کہ اسلامی آداب و رسوم کی مخالفت کرتے ہیں وہ لوگ بھی تعزیہ داری میں کافی انہماک رکھنے میں شہرت رکھتے ہیں۔ مہاراجہ شیر سنگھ کا بڑا تعزیہ آج تک لاہور میں رکھا جاتا ہے اور اس کا گشت ہوتا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ لاہور مصنفہ خان بہادر محمد لطیف)

مرہٹے بھی کسی ہندو قوم سے تعزیہ داری کرنے میں پیچھے نہیں ہیں۔ وہ تعزیہ کے بہت خلوص کے ساتھ معتقد رہے ہیں۔ انکی خوش اعتقادی کا حال ایک انگریزی کی کتاب میں پڑھا جاسکتا ہے جس کا نام ہے:-

l etters from Uaharattas camp by Sir Thams Dure

Branghton Letters no VII (مرہٹوں کے خیموں سے خطوط، مصنف سرتامس ڈوار براوٹن چٹھی نمبرے) اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تعزیہ داری کیونکر شروع ہوئی اور اسکی اہمیت کے کیا اسباب ہوئے جس کی وجہ سے ملک کے گوشہ گوشہ میں حسینؑ کا نام لیا جانے لگا ممکن ہے کہ اس براعظم میں اب بھی بہت سے ایسے مقامات ہوں جہاں نانا کو نہ جانتے ہوں لیکن نواسے کے نام سے وہاں کے رہنے والوں کے کان ضرور آشنا ہونگے آخر "حسینؑ" کا نام اس سرعت کے ساتھ ہندوستان میں کیونکر پہونچا؟ آیئے اس کو معلوم کرنے کے لیے تاریخ کے صفحات سے مدد لیں۔

ہندوستان سے شیعیت کا تعارف عہد خلافت امیر المومنین علی بن ابیطالب ہی میں ہو چکا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلا شیعی مسلمان جس نے سندھ کو فتح کیا وہ امیر المومنین کے لشکر کا ایک جوانمرد سپاہی حارث (۱) بن مرہ العبدی" ہے جس نے بقول مورخ بلاذری (۲) اوائل ۳۹ ہجری میں سندھ کو بحکم امیر المومنین اسلامی فتوحات میں شامل کیا۔

(فتوح البلدان بلاذری (۲) ذکر فتوح السندص ۴۳۸ طبع مصر)

---

(۱) سرزمین سندھ میں ایک مقام قیقان ہے جہاں یہ جلیل القدر فاتح مع چند ساتھیوں کے سپرد خاک ہوا ہے۔

(۲) امام فن تاریخ احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی الشہیر بلبلاذری تقریباً امام حسن عسکری علیہ السلام کا معاصر (بقیہ آگے)

اس زمانہ میں اطراف وثغور ہند میں بھی شیعیت کا رواج ہو رہا تھا۔ ''آل شنشب'' جو موالیان علی اور دوستداران اہلبیت سے تھے وہ ہندوستان کے قریبی و سرحدی مقامات پر قابض ومتصرف تھے۔ اس خاندان کا پہلا شخص ''شنشب'' تھا جس نے اپنے قدیمی ہندی مذہب (غالباً بدھ مت) کو ترک کر کے دست حق پرست امیر المومنین پر اسلام کو قبول کیا تھا اور حضرت نے اس شخص کو اپنی جانب سے ان اطراف کا حاکم بنایا تھا چنانچہ مورخ ابوعمر منہاج الدین الجوزجانی ''شنشب'' کے تذکرہ میں لکھتا ہے۔

''او در عہد امیر المومنینؑ علی رضی اللہ عنہ بر دست علی کرم اللہ وجہ ایمان آورد دوازدے عہدئے دلوائے بستہ دھر کہ از خاندان او بہ تخت نشتی آں عہد را کہ امیرالمومنینؑ علی نوشتہ بودبد وداندے واوقبول کردے آں گا بادشاہ شدے وایشاں ازجملۂ موالی علی بودند کرم اللہ وجہ، ومحبت ائمہ واہلبیت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم در اعتقاد ایشاں راسخ بودے رحمہم اللہ''

(طبقات ناصری الطبقہۃ السابعۃ عشر السلاطین الشنشانیہ و ملوک الغور صفحہ ۳۹ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۶۴ عیسوی)۔

(بقیہ صفحہ ۱۶) ہے یہ شخص مورخین میں بلند پایہ رکھتا ہے۔ اس کی کتاب فتوح البلدان کتب اسناد میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کتاب کے علاوہ عہد امیرالمومنین میں فتح سندھ کا ثبوت کئی معتبر اور مستند تاریخوں سے ملتا ہے جن کے اسماء درج کئے جاتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۲۷)

خلفائے بنی امیہ کے زمانے میں جس وقت تمام ممالک اسلامی میں اہلبیت رسول کی شان میں بے ادبی کی جاتی تھی۔ اس وقت یہی آرین نسل کے سلاطین غور تھے۔ جنھوں نے اس فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کیا تھا جیسا کہ فرشتہ لکھتا ہے:-

"و درعهد بنی امیه درتمام ممالک اسلام حرف بیجا بر خاندان رسالت پناه کرده اندالا در ممالک غور بهیج وجه مرتکب آں نه شدند بایں معنی آں مملکت رابر جمیع ممالک فخراست"

(تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ اول ص ۷۲ طبع نولکشور)

ظاہر ہے کہ سلاطین آل شنسب کا تعلق ہندوستان سے علاوہ ہمسایہ ہونے کے قدیمی ہم مذہب ہونے کے بھی رہا ہوگا۔ اس لیے ان کے اثرات ہندوستان پر کافی پڑے ہوں گے۔ سیاسی تعلقات کے علاوہ خاندان رسالت کو ہندوستان سے ایک نسبی رشتہ بھی ہو جاتا ہے وہ یہ کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے ازواج میں ایک سندی مخدرہ بھی تھیں جن کے بطن سے حضرت زید شہید" متولد ہوئے۔

(زید الشہید لعبد الرزاق صفحہ ۹ طبع نجف)

(بقیہ صفحہ ۱۷)

(۱) "تاریخ الرسل والملوک" ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری یعنی تاریخ کبیر طبری۔

(۲) تاریخ کامل ابن اثیر جزری۔

(۳) تاریخ التمدن الاسلامی، جرجی زیدان مسیحی۔

(۴) چچ نامہ، جو نادر الوجود مگر بہت مشہور ہے۔ جس کا ایک نسخہ مدارس میں ہے اور دوسرا نسخہ فرانس میں ہے۔ اس کے چند اجزاء کا ترجمہ انگریزی میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے مجلۂ علیہ کی متفرق جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ فارسی میں بھی ہو چکا ہے یہ کتاب راجہ داہر والئ سندھ کے وقت کی ہے اور غالباً پہلی صدی ہجری کی تالیف ہے اس میں مفصل حالات جناب امیر المومنین کے حملۂ ہندوستان کے متعلق مرقوم ہیں ۱۲۔

ممکن ہے کہ یہی سبب ہو جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ الاشتر بن محمد بن عبداللہ حسن بن امام حسن علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار جناب محمد النفس الزکیہ کی شہادت ۱۴۵ھ کے بعد عیسیٰ بن عبداللہ بن مسعدہ کے ہمراہ سندھ تشریف لائے تھے جو کچھ دنوں کے بعد یہاں سے قندھار تشریف لے گئے قریب قریب اسی زمانہ میں یعنی عہد منصور دوانیقی میں جناب قاسم بن ابراہیم بن اسمٰعیل الدیباج بن ابراہیم الغمر بن الحسن بن امام حسن علیہ السلام بھی اپنی جان بچا کر سندھ میں ملتان کے قریب "مقام خان" تک تشریف لائے اس کے بعد معلوم نہ ہو سکا کہ یہاں سے کہاں تشریف لے گئے آیا یہیں قیام فرمایا واپس ہوئے۔

(النزاع والتخاصم علامہ مقریزی صفحہ ۷ طبع مصر)

اس سلسلہ میں ایک خاص چیز اور بھی اپنی جانب خصوصیت سے ہم کو متوجہ کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے حلقۂ درس میں جہاں سے فلسفۂ آل محمد اور علوم قرآن کی نشر و اشاعت کی جارہی تھی وہاں ہم کو جہاں اور ملک اور قوم کے تشنہ کامان علوم اور طالبان حق دکھلائی دیتے ہیں ان میں چند ہندوستانی بھی موجود ملتے ہیں۔ فرج سندی، خلاد سندی بزاز، ابان بن محمد سندی، طلحہ بن زید ابوالخزرج سندی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا شمار رواۃ واصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں ہے (الفہرس الطوسی) اسی طرح صباح نصر ہندی بھی قابل ذکر ہیں جو احکام و مسائل امام رضا علیہ السلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ یقیناً یہی وہ لوگ ہیں جو ہندوستان میں شیعیت کا سبب ہو سکتے ہیں۔ اس

تعلق کے علاوہ ''المقدسی'' کے بیان کی بناء پر ہندوستان میں مذہب شیعہ کا کافی رسوخ تقریباً تیسری صدی ہجری کے اختتام اور چوتھی صدی ہجری کے آغاز ہی سے معلوم ہوتا ہے (احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم للمقدسی صفحہ ۴۸۱ مرتبہ اینڈ ڈی گیوجی ۱۹۰۹ء) غالباً اس زمانہ میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کا قیام بھی ہندوستان میں ہوا ہوگا یہ ضرور ہے کہ اس امر پر تاریخ تفصیلی روشنی ڈالنے سے قاصر ہے کہ عزائے امام کا کیا عنوان تھا، ہاں چھٹی صدی ہجری کے ابتداء میں اس قدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ عشرۂ محرم میں............... تذکرہ کیا جاتا تھا چنانچہ مورخ منہاج اپنی تاریخ طبقات ناصری صفحہ ۱۷۵ میں درذیل تذکرہ سلطان شمس الدین التمش لکھتا ہے یہ کہ ''وتمام عشرۂ محرم تذکیر گفتہ آمد'' اسی طرح مورخ مذکور ملوک شمسیہ کے ذیل میں جہاں ہندوخاں مبارک الخازن السلطان کے حالات بیان کرتا ہے وہاں اس کا اقرار کرتا ہے کہ ''و درعشرۂ محرم ہر روز تذکیر می گفت '' (صفحہ ۲۳۹)۔

اسی چھٹی صدی ہجری میں شیعوں کا ایک تبلیغی مشن بھی پایا جاتا ہے جو ہندوستان میں شیعیت کی اشاعت کررہا تھا (ملاحظہ ہو تاریخ طبرستان محمد بن الحسن بن اسفندیار مولفہ ۶۱۳ھ مترجمہ ای جی براؤن صفحہ ۶۸ ای جے ڈبلو گب اڈیشن ۱۹۰۵ء) اسی زمانہ میں ایک شخص فاضل ''ملا علی'' نامی (جن کا مزار کھبائت میں ہے) شیعہ مذہب کی تبلیغ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شیعی خصوصیات کی بنا پر یہ لوگ امام مظلوم کی ہستی کو

ہندوستان کے سامنے ضرور پیش کرتے رہے ہوں گے۔ اسی عہد میں شیعوں کی ایک جمعیت (عاضدلدین اللہ آخری خلیفہ فاطمی کے بعد) سلطان صلاح الدین یوسف کے تشدد ومظالم سے مجبور ہوکر مصر وافریقہ سے بھاگ کر یمن ہوتے ہوئے ہندوستان پہونچی ہے اور جس نے دکن میں قیام کیا ہے ساتویں صدی ہجری کے اوائل تک ہم کو ایک ایسے معمر وقابل احترام بزرگ ''بابارتن ہندی'' (المتوفی ۶۱۲ ہجری) ہجری کے وجود کا بھی پتہ ملتا ہے جن کی صحابیت کی توثیق اکثر اکابر اہل سنت نے کی ہے (مثل مجد الدین فروز آبادی، وصلاح الدین الصفدی وغیرہما کے) اور جو محبت اہل بیتؑ اور فضائل گریہ امام مظلوم کے متعلق رسول صلعم سے حدیث روایت فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

غرض کہ اس زمانہ میں ہندوستان مذہب شیعہ کا ایک مشہور مرکز تھا جہاں اس فرقہ کے داعی اپنا تبلیغی پروگرام انجام دیتے تھے۔ اسی زمانہ میں سندھ اور پنجاب میں ایک شیعی نوآبادی قائم ہوجاتی ہے جن کی وجہ سے وہاں کے مسلمان باشندے مصر کے خلفائے فاطمین کو احترام وتقدس کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کو خراج ادا کرتے تھے۔ ان کے تعلقات براہ راست فاطمین مصر سے عرصہ دراز تک قائم رہے۔ یہ لوگ بغیر خلفائے فاطمین کی منظوری واجازت کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو احسن التقاسیم المقدسی صفحہ ۴۸۵ لیڈن اڈیشن صفحہ ۱۹۰۶ء) ایسی صورت میں کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا کہ اس زمانہ کے سندھ اور پنجاب کے مسلمان عزاداری اما نہ کرتے رہے

ہوں جبکہ خلفائے فاطمیین کو قیام عزائے امام مظلوم میں خاص شغف وانہماک تھا جیسا کہ علامہ مقریزی نے "الخطط" میں لکھا ہے۔

اس عہد میں شیعہ اپنے مذہبی عقائد ورسوم کی اشاعت میں کافی جدوجہد کررہے تھے وہ اپنے اعمال مذہبی کو علانیہ بجالاتے تھے اور اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ شیعیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھکر ساتویں صدی ہجری میں فیروز شاہ تغلق نے شیعی مذہب کے خلاف سخت گیری سے کام لیا۔ شیعوں کو قتل کرنے ان کے اعمال ورسوم اور مذہبی لٹریچر کو فنا کرنے کی جابرانہ کوششیں کی گئیں ان واقعات کو تفصیلاً "فتوحات فیروز شاہی" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ قدیم عہد میں جس میں کہ شیعہ ہندوستان میں کافی رسوخ حاصل کرچکے تھے "تعزیہ" کا (جس کی ہندوستان میں مراسم عزاداری کے سلسلہ میں بہت بڑی اہمیت ہے) کوئی نشان نہیں ملتا ہے حالانکہ شیعہ اس زمانہ میں سرگرمی کے ساتھ اور دوسرے مراسم عزا بجالاتے تھے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب "ہدایۃ السعداء" سے ملتا ہے جو اپنے زمانہ میں عزائے امامؑ کی نشرواشاعت میں کافی حصہ لے رہے تھے۔ یہ بزرگ آٹھویں صدی ہجری مطابق چودھویں صدی عیسوی کے ایک زبردست عالم اہل سنت تھے۔ ہدایۃ السعداء میں محرم کے مراسم عزا کا فی ذکر ہے جو اس زمانہ میں ہندوستان میں رائج تھے۔ مصنف نے چند ایسے مشہور سنی مصنفین کی تصانیف سے حوالہ بھی دیا ہے جو ہندوستان میں

ان سے پہلے گزر چکے تھے۔ مگر اس کتاب میں بھی ''تعزیہ'' کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دراصل اس کتاب کا یہ بحث نہ تھا جس میں ان میں چیزوں کا ذکر ہوتا اس لئے کہ یہ ایک اخلاقی کتاب ہے۔ اس میں تعزیہ کے بارے میں ذکر نہ ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ یہ بدنصیبی ہے کہ ہمارے سامنے ایسی کتابیں بہت کم ہیں (جن کو نہ ہونے کے برابر سمجھنا چاہئے) جسمیں مذہبی زندگی اور رسوم کے متعلق کچھ تذکرہ کیا گیا ہو۔ عموماً اس کی امید نووارد سیاحوں سے کی جاسکتی ہے جو غیر ممالک سے آکر ان رسوم کو غور سے دیکھتے ہیں جن کا وجود ان کے وطن میں نہیں ہوتا ہے اور اس کا تذکرہ اپنے سفرنامہ میں خصوصیت سے کرتے ہیں ہاں اسی بناء پر ہم کو ابن بطوطہ سے بہت کچھ امید ہے لیکن یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ ابن بطوطہ کا شائع شدہ سفرنامہ ہمارے اس مقصد کے لیے مفید نہیں ثابت ہو رہا ہے اس لیے کہ ابن بطوطہ کا خودنوشتہ مکمل سفرنامہ ہم تک نہیں پہونچ سکا۔ موجودہ سفرنامہ جو ہمارے سامنے ہے اس کے خودنوشتہ سفرنامہ کا خلاصہ ہے۔ جس کو کہ سیاح کے شاگرد ابن جزی الکلبی'' نے اس طریقہ سے مدون کیا ہے کہ صرف وہی باتیں باقی رکھیں جو اس زمانہ کے لحاظ سے خاص دلچسپی کا سبب تھیں (۱) ابن بطوطہ سے مایوس ہونے کے

---

(۱) ابن بطوطہ کے سفرنامہ کے دو اختصار کیے گئے ہیں۔ ایک تو انھیں ابن جزی الکلبی نے کیا ہے جن کا ذکر کیا گیا۔ اور دوسرا اختصار ابن فتح اللہ البیلونی کا ہے۔ جو سفرنامہ شائع اور طبع ہے وہ ابن جزی الکلبی کا خلاصہ ہے۔ ابن فتح اللہ البیلونی کا اختصار طبع نہیں ہوا ہے اور نہ شائع ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ موجودہ کیمبرج لائبریری میں بسلسلۂ مخطوطات محفوظ ہے۔ ''ممکن ہے کہ اس کا مطالعہ ہمارے لیے مفید ہو سکے لیکن افسوس اس تک کہاں رسائی۔ ۱۲

بعد یوروپ کے سیاحوں پر نظر پڑتی ہے لیکن انھوں نے بھی کوئی کارنامہ ایسا نہیں چھوڑا جو ہماری کچھ رہبری کرسکے۔ ''مارکو پولو'' کے سفرنامہ ('' Marco Polis Travels '') کے نہایت مختصر اور بے سود حالات پائے جاتے ہیں جن کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیاح خود ہندوستان اور وہاں کے باشندوں کے رسوم کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتا ہے زیادہ افسوس ان یوروپ کے سیاحوں پر ہے جو مغل شہنشاہوں کے زمانہ میں ہندوستان آئے ہیں اور وہ بھی رسوم ہند کے بارے میں کچھ نہ لکھ سکے۔ برمیر ٹرونیر' منوکوئی وغیرہ Bermier, Travernier, manucse تعزیہ کے بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ ہم کو صرف Travernier سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ:-

''اگر چہ اورنگ زیب کے دربار میں اہل ایران کا مجمع رہتا تھا لیکن ان میں سے کسی کو یہ اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے مظلوم امام حسینؑ کی شہادت کی یادگار میں کوئی مجلس کرسکیں۔'' (سفرنامہ ٹرونیر جلد دوم صفحہ ۱۷۷ Travernier travels vd II it) ۔

لیکن اس بیان کی پرزور تردید ان تحریروں سے ہوتی ہے جن کو کہ اس زمانہ کے مسلمان مصنفین اور ہندو مورخین نے لکھا ہے، اس سیاح کے بیان کو بے وقعت کرنے کے لیے ''نواب شاہ نواز خاں'' کا صرف وہ بیان ہی کافی ہے جس کو کہ انھوں نے اپنی کتاب ''مرات آفتاب نما'' میں تحریر کیا ہے کہ اورنگ زیب نے تعزیوں کے سامنے

تلواروں سے لڑنے کی رسم کو بند کردیا تھا کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ قتل ہوجاتے تھے۔

نواب ممدوح کے الفاظ یہ ہیں:-

"واو باشاں درقلدرجمع شده خرمن مال وجان خلقے به آتشبازی می دانند . ودرعاشور نیزتابوتے ساخته به شمشیر بازی مردم را آزاری می رسانید ند.............ایں همه ابواب راموقوف ساخته"

(مرات آفتاب نما)

میرے خیال میں اس ممانعت کے بعد عوام میں "پٹابازی کی رسم جاری ہوگئی جو آج تک جاری ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا بیان خاص اورنگ زیب کے بارے میں ہے جس کو کہ ایک ہندو مورخ پروفیسر سیل چند نے اپنی تاریخ عالمگیر میں لکھا ہے روز عاشور اورنگ زیب نے ایک ضعیف کو دیکھا کہ سر پر تعزیہ رکھے قلعہ کیطرف جارہی ہے دیکھنے کے ساتھ ہی بادشاہ پر جذب واستغراق کی کیفیت جو کشف ومشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے طاری ہوگئی جس سے وہ سروپا برہنہ اس ضعیف کے پیچھے دوڑ اور تعزیہ کو اس سے لے کر اپنے سر پر رکھ کر قلعہ میں داخل ہوا اور اسی وقت سے عزاداری کرنے لگا۔"(۱) عہد عالمگیری کا مشہور

---

(۱) اورنگ زیب کے زمانے کا اسباب ولوازم عزاداری ابھی تک قلعۂ آگرہ میں ابھی تک محفوظ تھا جس کی حفاظت گورنمنٹ کرتی تھی بلکہ ایک عرصہ تک غدر کے بعد بھی قلعۂ آگرہ میں منجانب گورنمنٹ (بقیہ آگے)

مورخ خافی خاں نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ برہان پور میں "تعزیہ داروں کا یہ دستور تھا کہ مجلس کے بعد تعزیہ (تربت یا تابوت) اٹھایا کرتے تھے۔ جس پر وہاں کے متعصب سنیوں نے اعتراض کیا یہاں تک کہ خاص اورنگ زیب کی عدالت تک یہ واقعہ پہونچا لیکن منصف اور متشرع بادشاہ نے فیصلہ "تعزیہ داروں" کے موافق کیا۔ اور تعزیہ اٹھانے کی اجازت دے دی۔

شاہنشاہ ہمایوں جب ایرانیوں کی مدد سے دوسری مرتبہ ہندوستان پر قابض ہوا ہے تو ۹۵۹ھ میں بیرم خاں کو کربلائے معلےٰ بھیج کر اس نے ایک ضریح بنوائی تھی جو قیمتی جواہرات سے تیار کی گئی تھی اور جس کو شاہی محل میں لا کر رکھا گیا تھا۔

ہمایوں کے عہد میں "عزاداروں" کو تعزیت امام میں اس قدر توغل تھا کہ اگر روز عاشورا اتفاقاً معرکہ جنگ میں مصروف پیکار رہتے تھے تو اس وقت بھی مرثیہ پڑھتے اور امام کی مظلومی پر گریہ کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ ملا عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ میں" بذیل ذکر شعراء و فضلائے عہد ہمایوں بادشاہ "حیدر توتیائی" کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:-

" وایں مطلع او را کہ در تعزیہ حضرت امام شہید مقبول و مقتول فلذۂ کبد رسول مقبول علیہ السلام نقش بستہ در ایام عاشورا در معارک میخوانند ۔

....

(بقیہ صفحہ ۲۵) مجالس عزا ہوتی رہیں جو اب کسی وجہ سے بند ہے لیکن قلعہ سے آج تک ایک تعزیہ عشرۂ محرم کے روز نکالا جاتا ہے۔ جس کا شہر میں گشت ہوتا ہے۔

ماہ محرم آمد و شد گریہ فرض عین
گرنیم خوں بیاد لب تشنہ حسینؑ

(تاریخ بدایونی صفحہ ۱۳۰ طبع نولکشور)

جہانگیر کے زمانہ میں نور جہاں نے جو عقیدتاً شیعہ تھی قیام تعزیہ داری کے لیے یہ اہتمام کیا تھا کہ چند مواضعات بحثیت معافی کے "سید معین الدین الموسوی اجمیری" کی درگاہ کے متعلق کر دیئے تھے جنکا مقصد یہ تھا کہ اس کی آمدنی سے "درگاہ معینہ" میں عشرہ محرم میں عزاداری کی جاوے اور تعزیے رکھے جائیں اس کے لیے ایک فرمان شاہی صادر کیا گیا تھا جس میں عزائے امام و تعزیہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فرمان آج تک اجمیر میں موجود ہے اور اس کے بموجب برابر درگاہ میں تعزیہ رکھا جاتا ہے اور مجلسیں ہوتی ہیں (یہ فرمان خان بہادر رضا حسین صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر معینہ ہائی اسکول و پریسڈینٹ تارہ گڈھ ٹرسٹ اجمیر نے دیکھا ہے) سلاطین مغلیہ کے زمانے میں علانیہ تعزیہ داری ہونے کا مزید ثبوت ایک اور کتاب سے ملتا ہے جس کا نام "ازالۃ الاوہام" ہے اور جس کے مصنف "مولانا عبدالواحد نبیرہ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محلی" ہیں مولانا تحریر فرماتے ہیں:۔

علمائے صالحین ایں عصر مراسم مذکورہ را از شعائر اسلام تصور فرمودہ قطعاً فتوی برائے ترویج وقیام آں دادہ اند	اس زمانہ کے علماء صالحین نے تعزیہ داری کو شعائر اسلام سمجھتے ہوئے اس کی ترویج وقیام کے بارے میں فتویٰ دیا ہے کتاب خزانۃ المتقین

ودر خزانته المتقین مصرح است
که مفتی را باید که بنظر حال
وعصر وزمان فتوی دهد پس
دریں عصر وزمان علمائے
صالحین فتویٰ برائے ترویج وقیام
تعزیه امام مظلوم که داده
اندنهایت بجا و مناست است
وترویج آں موجب ثواب واجر
عظیم و فتوائے علماء صحیح و
ثواب است وهمچنیں علماو
یقینا مثاب خواهد شد علاوه
بریں مراسم تعزیه داری امام
علیه السلام از صدها سال جاری
و مروج است و درزمان سلاطین
اهل اسلام و متشرع مانند جلال
الدیں اکبرو جهانگیر عالم گیر
اورنگ زیب وغیره که
درتمامی ملک خود نافذ الامر
کلی بودند لوازم تعزیه داری

میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ مفتی کو
چاہیے کہ زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے فتویٰ
دے اس بنا پر علمائے صالحین نے تعزیہ
رکھنے اور عزاداری کرنے کے بارے میں
جو فتویٰ دیا ہے وہ بالکل صحیح و درست
ہے۔ اسی طرح آیندہ بھی اسی قسم کے
فتووں کی امید ہے کہ (جواز تعزیہ داری
میں) دیے جائیں گے۔ قطع نظر اس
امر کے یہ بات بھی ہے کہ مراسم تعزیہ
داری صدہا سال سے جاری و مروج
ہیں۔ متشرع شاہان اسلام کے زمانہ
میں بھی مثل جلال الدین اکبر، جہانگیر و
شاہجہاں اور عالمگیر اورنگ زیب کے
زمانہ حکومت میں تعزیہ داری ہوتی تھی۔
یہ وہ سلاطین تھے جو تمام مملکت ہند میں
قابو یافتہ تھے اور ان کے احکام جاری
تھے۔ اس زمانہ میں تعزیہ داری کے
رسوم اچھی طریقہ سے ادا کیے جاتے
تھے نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم
شاہجہاں ایک زبردست عالم تبحر تھا

بوجہ احسن بتقدیم رسد،
ونواب سعد اللہ خان وزیر
اعظم شاھجان عالم متجر و
قاضی القضاۃ مستعد خان
خودکہ ھریک حنفی المذھب
بودند و دیگر علمائے آں زماں
اگر مراسم مذکورہ راخلاف
شرع دیدمے بند داشتند و
بحضور سلاطین معروض
ساختہ درتمامی ملک موقوف
می کنانیدندکہ درسر کار
بادشاھی اختیار کلی میداشتند
وبادشاھاں ھم متشرع بوودند
بذات خوددرتمامی ملک
تحت حکومت خود موقوف
می کروندو دراں عھد عموماً
وخصوصاً مروج بود وتاحال
جاری است وانشاء اللہ تعالی
تاقیامت جاری خواھد ماند و
کسی از عوام و خواص

ایسے ہی قاضی القضاۃ مستعد خاں علامہ
دوراں تھے اور یہ لوگ حنفی مذہب کے سختی
سے پابند تھے۔ ان کے علاوہ اور دوسرے
علماء بھی تھے لیکن کسی نے بھی ان میں سے
تعزیہ داری کی مخالفت نہیں کی۔ اگر تعزیہ
داری خلاف شرع ہوتی تو یقیناً یہ لوگ
بادشاہ سے کہہ کر بند کرادیتے۔ اس لیے کہ
یہ لوگ بادشاہی سرکار میں کافی رسوخ
اختیار رکھتے تھے اور بادشاہ خود بھی متشرح و
پابند مذہب تھے اگر کوئی اس جانب ان کو
متوجہ نہ بھی کرتا تو خود سے بند کرادیتے اس
کے برعکس تعزیہ داری اس زمانہ میں عام
طور سے جاری تھی اور اب بھی جاری ہے
اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے
گی۔ آج تک کسی نے بھی چاہے عوام
میں سے ہو چاہے خواص میں سے اس
زمانہ سے اب تک اس کی مخالفت نہیں کی
اس صورت سے گویا تعزیہ داری کی ترویج
اجماع امت سے ثابت و متحقق ہے اور یہ
حدیث شریف بتواتر مروی ہے کہ میری امت

از آں زماں تاحال انحراف از آں نہ کردہ دریں صورت ترویج آں باجماع امت نبی صلعم ثابت ومتحقق است و بتواتر رسیدہ دور حدیث شریف واقع است **لن یجتمع امتی علی الضلالۃ** ہرچہ ایشاں برآں اجماع کنند واتفاق نمایند حق بود پس دریں عصر اگر کسے انکار نماید وایں مراسم راخلاف شرع ومکروہ داند خلاف اجماع است وانکار از تواتر است وایں معنی بموجب

ضلالت وگمراہی پر کبھی بھی متفق نہ ہوگی اس لیے کہ یہ لوگ جس بات پر اجماع کر لیں گے وہی حق ہوگا ایسی حالت میں اگر کوئی شخص تعزیہ داری سے انکار کرے اور اس کو خلاف شرع قرار دے تو یہ اجماع امت کے خلاف ہے اور گویا تواتر سے انکار کرنا ہے اور یہ امر اصول فقہ نہایت ممنوع ''انحی بقدر الحاجۃ'' کی بناء پر بالکل خلاف وممنوع ہوگا۔

(ازالۃ الاوہام)

ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں تعزیہ داری کی ترقی علاوہ سنی صوفیائے کرام کے شیعہ بادشاہوں کی وجہ سے بھی زیادہ تر ہوئی۔ تاریخ ہند میں ایسے دور بھی گزر چکے ہیں جبکہ تمام اطراف ہند میں شیعہ حکمران تھے۔

دکن میں گولکنڈہ، بیجاپور احمد نگر کی قطب شاہی وعادل شاہی اور نظام شاہی شیعہ حکمراں ایسے تھے جنھوں نے شیعیت اور تعزیہ داری کی ترویج میں کافی جدوجہد کی ہے۔

برہان نظام شاہ بحری اور یوسف عادل شاہ آج تک تاریخ میں "مروج مذہب اثنا عشر" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں (تاریخ فرشتہ) سلاطین دکن میں محمد قلی قطب شاہ ہی سب سے پہلا اردو زبان کا "مرثیہ گو" ہے جس کے مرثیے اب بھی محفوظ پائے جاتے ہیں۔

سلاطین دکن کے زمانہ میں عزاخانوں میں علم نصب کیے جاتے تھے اور "علم" ہی کے جلوس نکلتے تھے۔ ہر خاص و عام کو ایام عزا میں سیاہ لباس پہننے کا حکم تھا، دس دن تک کے لیے کھانے پینے کی دوکانیں بند کردی جاتی تھیں۔ اور جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے بھی ممانعت تھی۔ اس طرح میسور وسندھ، بنگال، اور اودھ کی شیعہ سلطنتیں تھیں۔ جنھوں نے تعزیہ داری کی ترویج واشاعت میں ناموری حاصل کی ہے۔ پہلے اودھ میں صرف چالیس دن تک تعزیہ داری ہوتی تھی لیکن نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ نے آٹھ ربیع الاول تک عزاداری کا رواج دیا اس سلسلہ میں پنجاب کی نوزائیدہ شیعہ حکومت کو جو جلد ختم بھی ہوگئی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس حکومت کے بانی نواب حیات اللہ خاں المخاطب بہ نواب شاہنواز خاں ہیں۔ جنھوں نے لاہور میں ایک مستقل شیعی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی جس کا خاتمہ احمد شاہ درانی نے اپنے حملوں سے کردیا۔ انھیں شاہنواز خاں نے اپنے بزرگوں کا مذہب ترک کردیا تھا اور مذہب شیعہ قبول کرلیا تھا۔ یہ اپنے نئے مذہب میں کافی راسخ العقیدہ تھے، تعزیت امام مظلوم میں انھوں نے بہت جوش سے کام لیا تھا۔ انھوں نے اپنی شاہی مہر میں ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے اسامی متبرک کندہ کرائے

تھے (تاریخ بیان واقع قلمی تصنیف حاجی عبدالکریم ولد خواجہ عاقبت محمود معاصر محمد شاہ رنگیلے در کتب خانہ محمود آباد) اسی طرح تخت دہلی پر بیٹھنے والے شیعی مغل شہنشاہ اور امرائے سلطنت نے بھی تعزیہ داری کے رواج میں یقیناً حصہ لیا ہے۔ اس مقام پر ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ یہ واقعہ ''محمد امین خاں'' سے متعلق ہے جو سیر المتاخرین، جلد دوم صفحہ ۳۵۱ طبع نولکشور'' میں درج ہے:-

وقت مامور شدن میر جمله بصوبه داری عظیم آباد امرا برائے ملاقات واستر خاص وے رفتند نعمت الله خان خلف روح الله خان بنا بر ایام عاشور امراسم تعزیه داری حضرت سید الشهداء حسین بن علی علیهما السلام چند روز نرسیده بعد انقضائے ایام مذکوره برائے رخصت میر جمله رفت اتفاقا محمد امین خان هم دران مجلس حاضر بود و دریک پهلوئے میر جمله نعمت الله خان نشست

میر جملہ جب صوبہ عظیم آباد کے گورنر بنائے گئے تو امرائے دولت انکو رخصت کرنے کے لیے گئے نعمت اللہ خاں پسر روح خاں عشرۂ محرم کی وجہ سے تعزیہ داری امام مظلوم میں مشغول رہے اور نہ جا سکے بعد عشرہ یہ بھی میر جملہ کو رخصت کرنے کے لیے گئے اتفاق سے اس وقت وہاں محمد امین خاں بھی موجود تھے۔ میر جملہ کے پہلو میں نعمت اللہ خاں بیٹھ گئے۔ انھوں نے دیر میں آنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ معاف فرمائے گا۔ ماتمداری کی وجہ سے اب تک نہ آسکا۔

و دربهلوئے دیگر محمد امین
خاں نشسته بود نعمت الله خاں
عذر دیر آمدن خواسته گفت بنا
بر ماتم درنگی در آمدن شد
معاف باید داشت محمدامین
خاں بکنا یه پر سید که کسے
در دولتخانه مرده بود نعمت الله
خاں گفت خیر ماتم سیدا
لشهداء بود محمد امین خاں
گفت اے صاحب چه معنی
دار دیزیدو حسینؑ بن علیؑ
هر دو صاحبزاده بودند ماراچه
رسد که ماتم یکے بگیریم
دیگر رابد بدانیم وماتم در
رفقائے اونگریم و دیگر
رابدبدانیم وماتم اور در قضا
اونگریم نعمت الله خاں

یہ سن کر محمد امین خاں نے طنزاً پوچھا کہ کیا
جناب کے یہاں کسی کی موت ہوگئی
ہے۔ نعمت اللہ خاں نے کہا نہیں حضرت
سیدالشہداء کا ماتم تھا۔ یہ سن کر محمد امین
خاں نے کہا بھلا حضرت یہ تو فرمایئے ہم
کو اس نے کیا غرض یزید لعہ و حسینؑ
دو صاحبزادے تھے۔ ہم کو آخر کیا
ضرورت ہے کہ ایک کا ماتم کریں اور
دوسرے کو برا کہیں اور پھر اس کے اٹھ
جانے پر غم نہ کریں۔ نعمت اللہ خاں نے
کہا ہاں ٹھیک ہے ہمارا شہزادہ شہید ہوا
اس لیے ہم اس کا غم کرتے ہیں اور آپ
کے صاحبزادے نے فتح حاصل کی ہے

جواب گفت صاحبزاده ماکشت شدماتم او می گریم و صاحبزادۂ شماظفر یافت شماشادی بکنید و گفتگو بطول کشیده منجربه خانہ جنگی شد میر جملہ درمیان آمده اصلاح داد۔

آپ خوشی کیجئے آخر کار اس گفتگو نے اس قدر طول پکڑا کہ قریب تھا کہ خانہ جنگی ہو جاوے لیکن میر جملہ نے درمیان میں پڑ کر رفع دفع کر دیا۔

لیکن باوجود ان تشریحات کے جو عزاداری کے متعلق کی گئی ہیں یہ سوال اب بھی نہیں حل ہوا کہ تعزیہ کی ایجاد کیونکر ہوئی؟ اس کے جواب میں قیاس سے بھی مدد لی جاسکتی ہے کہ یہ ایک قدیمی دستور تھا کہ ہندوستانی مسلمان زیارت مقامات مقدسہ مثل خانہ کعبہ مدینہ منورہ نجف اشرف اور کربلائے معلّٰی کو جایا کرتے تھے۔ ان زائرین میں سے اکثر عام طبقہ کے لوگ مشاہد متبرکہ کی تصویریں اور روضہ کی نقل (جو منقش لکڑی یا کسی دھات کی بنی ہوتی تھیں) اپنے ہمراہ لاتے تھے۔ اور مسلمانوں کو اس کی زیارت کراتے تھے۔ بعد میں ایک گروہ ہی ایسا پیدا ہو گیا جس نے اس کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ اور ان کی عورتیں ان چیزوں کو زنان خانہ میں لے جاتی تھیں اور شائقین کو زیارت کراتی تھیں۔ عقیدتمند مسلمان مرد اور عورتیں اس کے عوض ان کو انعام دیتے تھے۔ اور نذریں چڑھاتے تھے۔ یہ عورتیں جنھوں نے اسکو اپنا پیشہ بنالیا تھا "روضہ والیاں" کہلاتی تھیں۔ ممکن ہے کہ تعزیہ کا رواج اس رسم سے ظہور پذیر ہوا ہو۔ لیکن اس قیاس کو یقین کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ یہ

صرف قیاس ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس پر بغیر کسی دوسرے یقینی وحتمی ثبوت کے زور نہیں دیا جا سکتا۔

تعزیہ کی ابتدا کے بارے میں ہندوستان میں ایک روایت عموماً زبان زد اور مشہور ہے جسکو تواتر کا مرتبہ دیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا موجد امیر تیمور صاحبقران ہے اس کا تاریخی ثبوت اب تک فراہم نہیں کیا جا سکا ہے صرف ایک کتاب ایسی ضرور ہے کہ جس سے اس پر روشنی پڑتی ہے اور اس کتاب میں اس کے ماخذ کے حوالہ میں اصلی "تزک تیموری" کو جوترکی زبان میں ہے پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام "علم حیدری" ہے۔ جس کا مصنف خاندان تیمور کا ایک مشہور شاہزادہ مرزا حیدر شکوہ بن مرزا کام بخش بن مرزا سلیمان شکوہ بن شاہ عالم دوئیم بادشاہ دہلی ہے۔ اس کتاب کو شاہزادہ نے اس وقت لکھا ہے جبکہ بادشاہ دہلی بہادر شاہ دوئیم نے سنی مذہب کو ترک کر کے شیعیت کو اختیار کر لیا تھا اور ایک جوڑ بڑے علم لکھنو میں درگاہ حضرت عباس پر چڑھانے کے لیے بھیجا تھا۔ علم چڑھانے کی رسم لکھنؤ میں بڑی شان سے منائی گئی اور بادشاہ دہلی کے شیعہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ دہلی کے سنی اس خبر سے ناواقف تھے اس لیے کہ بادشاہ نے بہت پوشیدہ طریقہ سے یہ کام کیا تھا۔ لکھنو کے اعلان سے دہلی میں بھی یہ خبر پہونچ گئی وہاں کے لوگ اس خبر کو سننے کے بعد اپنے بادشاہ سے برگشتہ ہو گئے اور تمام شہر میں شورش ہو گئی۔ بادشاہ اس ہنگامہ سے گھبرا گیا اور مذہب تشیع کے قبول کرنے سے انکار کیا جب اس کی خبر شہزادہ حیدر شکوہ کو ہوئی تو انھوں نے اس ارادہ سے کہ حقیقت ظاہر ہو جائے تمام ان خفیہ کاروائیوں اور تحریروں کو جو ان کے اور ان کے چچا بہادر شاہ کے درمیان ہوئی تھیں ایک کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جسکا نام "علم حیدری" رکھا۔ اس کتاب میں شہزادے نے

اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صرف ان کے چچا بہادر شاہ دویم (۱) ہی نہیں بلکہ ان کے کثر بزرگ شیعہ تھے جو مصلحتہً تقیہ کے لباس میں تھے۔

---

(۱) بہادر شاہ دویم کے تشیع کے متعلق مولوی امیر احمد صاحب علوی۔ بی۔ اے علیگ جج اپنے ایک مضمون "شمع مزار" کے ذریعہ سے یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"مرزا ابوظفر (بہادر شاہ دویم) نے واقعی مذہب تبدیل کیا تھا یا اظہار تشیع سلاطین ایران واودھ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ایک پولیٹکل چال چلی تھی۔"

آج جب کہ نہ بہادر شاہ اس عالم میں ہیں اور نہ مرزا حیدر شکوہ اس معمہ کا تسکین بخش حل بہت دشوار ہے۔ دل کا راز سوائے علام الغیوب کے اور کون جان سکتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بادشاہ کو محبت اہل بیتؑ میں غلو اس سے زیادہ تھا جتنا کہ ان کے ہمعصر ہم وطن ظاہر کرتے تھے۔ فرماتے ہیں:۔

میرا حامی ہے پیشوا ہے علی
میرے ہر درد کی دوا ہے علی

جو اس امام کا ہے دوست خدا کا ہے دوست
قبول ہوتی ہے اس کی علی الدوام نماز

جو ہو حسین کا دشمن اسے کہاں ایماں
اگرچہ پڑھتا بھی ہو وہ برائے نام نماز

نماز پڑھ کے سدا سجدہ و قیام کے ساتھ
وظیفہ چاہئے ذکر غم امام کے ساتھ

ہیں در دولت سے ہوتے بہرہ ور شاہ و گدا
پھر بھلا اس در کے ہوتے کس سے کیجئے التجا

آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں پر ظفر ہے آپ کا
آیئے اب تو مدد کے واسطے بہر خدا

یا حسین بن علی بندہ بہت ناچار ہے

محرم میں بادشاہ فقیر بنتے۔ سبز کپڑے پہنتے اور گلے میں سبز جھولی ڈالتے تھے۔ چھٹی تاریخ کو تھوڑی دیر کے لیے سدھے ہاتھ میں لیکر اور چاندی کی زنجیر کمر میں ڈال کر گشت کرتے تھے، ساتویں کو مہندی بڑی دھوم دھام سے اٹھتی تھی اور بادشاہ بہ نفس نفیس اس کی مشایعت کرتے تھے۔ اٹھویں کو حضرت سقائے حرم کی یادگار میں لال کھاروے کی لنگی باندھ کر بہشتی بنتے، اور شربت کی بھری ہوئی مشک کاندھے پر رکھ کر معصوموں کو شربت پلاتے تھے۔ دسویں تاریخ کو موتی مسجد میں عاشورے کی نماز پڑھ کر ظہر کے وقت حاضری کے دسترخوان پر نیاز دیتے تھے، دسترخوان پر شیرمالیں چنی ہوتی تھیں اور شیرمالوں پر کباب، پنیر، پودینہ، مولیاں کتر کے رکھی جاتی تھیں۔

یہ ایک چشم دید درباری گواہ کا بیان ہے۔ ملاحظہ ہو" بزم آخر" مرتبہ منشی فیاض الدین مرحوم (مضمون شمع مزار، تیسرا آنسو، نمبر ۲ صفحہ ۶۰، ۶۱ رسالہ شمع بابتہ ماہ فروری ۱۹۲۷ء)۔

ص ۳۹ کا حاشیہ

منجملہ دیگر دلائل کے ثبوت میں ''چہل نصائح بہادر شاہی'' نامی کتاب سے ایک عبارت نقل کی ہے۔ جس کا مصنف بہادر شاہ اول بن اورنگ زیب ہے اس میں بہادر شاہ اول نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ان کے تمام بزرگ امیر تیمور سے لے کر اورنگ زیب تک شیعہ تھے (اورنگ زیب کا کم از کم میلان بجانب مذہب شیعہ اس کے آخری وصیت نامہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جس کو خان بہادر چودھری نبی احمد سندیلوی ڈی ایس پی نے اپنی کتاب ''وقائع عالمگیری'' کے صفحہ ۱۲۷ تا صفحہ ۱۳۰ پر نقل کیا ہے (مطبوعہ نیشنل پریس الہ اباد) اس وصیت نامہ کو ناچیز نے فارسی کی دو قلمی کتابوں میں اور دیکھا ہے پہلی کتاب تو شاہ عالم ثانی کے زمانہ کی ہے جو نواب صلاح الدین کے چھوٹے بھائی کی تصنیف ہے یہ بزرگ اکابرین دولت شاہ عالم سے تھے۔ یہ کتاب مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی لٹن لائبریری کی مشرقی شاخ کے مخطوطات میں محفوظ ہے۔ دوسری کتاب بھی تاریخ کی ہے جس کا نام ''مراۃ البلاد'' ہے اس کے مصنف کوئی بزرگ ہاشم علی شیعی ہیں یہ کتاب محمود آباد کے کتب خانہ سقراطیہ میں موجود ہے کل سلاطین مغلیہ کے تشیع کو ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔

اصل یہ ہے کہ سلاطین مغلیہ کا مذہب سنی تھا بجز بہادر شاہ اول کے جو ظاہر بظاہر شیعہ ہو گیا تھا اس کے علاوہ کسی اور کے تشیع پر یقین نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اورنگ زیب کے متعلق یہ ہو سکتا ہے کہ آخری عمر میں اس پر حق ظاہر ہوا ہو اور بمصلحت اس کا اعلان نہ کر سکا ہو اور آخر وقت اپنے وصایا کے ذریعہ سے اپنے باطنی عقیدہ پر روشنی ڈالی ہو، ورنہ اکثر سلاطین

مغلیہ سخت قسم کے متعصب سنی" گزرے ہیں جن کا دامن سادات و شیعوں کے خون سے رنگین نظر آتا ہے) بہادر شاہ اول نے تیمور لنگ کے شیعہ ثابت کرنے کے سلسلہ میں اصلی نسخہ تزک تیموری (جو ترکی زبان میں ہے) سے جو عبارت نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

امیر تیمور لکھتا ہے "اے۷ھ میں جبکہ میں ۳۵ سال کا تھا تو میں نے توران کے میدان میں ظالم ازبک کو شکست دی اور میں ماوراء النہر کے تخت پر قابض ہو گیا تمام منبروں پر میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا اس وقت سادات و شیوخ، علماء و زہاد نے میرے لیے دعائے خیر کی۔ خواجہ عبداللہ نے جو اس زمانہ میں اہل سنت کے پیشوا تھے میری سخت مخالفت کی اور لوگوں کو میرے خلاف برانگیختہ کرنے لگا۔ لیکن اسے خواب میں پیغمبر خدا کو اسطرح دیکھا کہ میں بھی حضرت کے حضور میں ایستادہ ہوں۔ اس نے چاہا کہ حضرت کو سلام کرے لیکن آنحضرت صلعم نے اس کی طرف سے روئے مبارک کو پھیرلیا، دوبارہ پھر اس نے حضرت کی خدمت میں سلام کیا۔ اس مرتبہ بھی حضرت نے اظہار ناراضی کیا آخر کار خواجہ عبداللہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تیمور وہ ہے جو آپ کے ہزاروں امتیوں کو تہ تیغ کر چکا ہے اور جس نے ان کے ممالک کو تاراج کر دیا ہے لیکن اس پر بھی حضور نے دربار میں حاضری کی عزت دی ہے برعکس اس کے میں نے حضور کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہے اور اعلائے کلمہ حق میں مصروف رہا ہوں اسپر بھی سرکار مجھ سے غضبناک ہیں یہ سن کر آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہاں تیمور سفاک ہے اور اس نے بہت سے مسلمانوں کو قتل

بھی کیا ہے لیکن اب وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میرے اہل بیت کے ساتھ بھی مودت رکھتا ہے۔ تو تیمور کے خلاف کیوں آواز بلند کر کے لوگوں کو بھڑکاتا ہے۔" اس خواب کو دیکھنے کے بعد خواجہ عبداللہ جب بیدار ہوا تو فوراً میری خدمت میں حاضر ہوا اور میرا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ ۸۰۳ھ میں یہ واقعہ درپیش ہوا کہ سلطان روم نے مجھ پر ایک لشکر جرار کو لیکر چڑھائی کی میں بھی اس کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ آغاز جنگ سے پہلے میں نے سادات کربلائے معلی اور قبیلہ سرجم کے نجفی باشندوں کی فوجیں اپنی کمک کے لیے آتی دیکھیں۔ سید مفتاح ان کے سردار تھے جو ان لوگوں کے آگے آگے ایک علم لیے ہوئے تھے۔ میں اس غیبی امداد پر بہت خوش ہوا۔ سید مفتاح نے مجھ سے یہ بھی بتلایا کہ انھوں نے امیر المومنین حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا ہے۔ جنھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ میں (یعنی سید مفتاح خود) اس علم کو لیکر تیمور کی مدد کو جاؤں۔ جب میں نے سید مفتاح سے اس بشارت کو سنا تو فوراً میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اب مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ تائید الٰہی شامل حال ہے۔ اسی اثنا میں میری فوج سے "ادکی تیمو" نکل کر سامنے آیا اور فتح کی دعائیں کرنے لگا۔ میں نے علم اس کے ہاتھوں میں دے دیا اور حملہ کرنے کے لیے کہا وہ اپنے اس عزاز پر جوش مسرت کی وجہ سے رو پڑا اور دلیرانہ حملے کرنے لگا۔ دوران جنگ میں ایک مرتبہ میں حضرت رسالتمآب صلعم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مودت اہلبیت کے صلہ میں خداوند عالم نے تیری ستر ۷۰ اولادوں کو دنیاوی

حکومت عطا فرمائی ہے اور اسی مناسبت سے آنحضرت نے مجھ کو ستر۷۰ خرے کرامت فرمائے۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی کہ جب بیدار ہونے کے بعد بھی میں نے اپنے دامن میں اسی تعداد میں یعنی ستر خرے پائے۔ اس خواب کے بعد میں نے اپنی کل اولادوں کو جن کی اس وقت تعداد چوبیس ۲۴ تھی الگ الگ ملک تقسیم کر دیے۔ ایسی عزت جو مجھ کو حاصل ہوئی ہے آدم سے لیکر اب تک کسی بادشاہ کو حاصل نہیں ہوئی۔ اس مبارک خواب اور علم کی برکت سے سلطان روم پر مجھ کو فتح حاصل ہوئی ایک مرتبہ کربلائے معلی میں مجھ پر یہ واقعہ بھی گزرا کہ حر شہید جو گنج شہیداں سے الگ دفن کیے گئے ہیں اور جن کے زخموں کو حضرت امام علیہ السلام نے اپنی مادر گرامی جناب فاطمہؑ کے رومال سے باندھا تھا اور جو مع اس رومال کے دفن کر دیے گئے تھے چنانچہ اس رومال کے لیے چند سرداروں نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں ایسی نفیس و متبرک یادگار پر قبضہ کرلوں، میں نے اس معاملہ میں علماء سے مشورہ کیا لیکن ان لوگوں نے مجھ کو اس سے منع کیا۔ علاوہ ازیں میں خود بھی اس کو گناہ عظیم سمجھتا تھا۔ اس موقع پر ملا نصاح نے جو مدینہ کے ایک سید تھے مجھ سے کہا کہ مدینہ میں زید ہاشمی کے مکان میں ایک متبرک کپڑا ہے جو جناب سیدہ فاطمہ زہرا کے دست مبارک کا بنا ہوا ہے اور اکثر اس کپڑے پر معجزنما تحریریں بھی نظر آتی ہیں مجھ کو اس متبرک کپڑے کے حاصل کر لینے کی انتہائی خواہش ہوئی اس لیے اس کے لیے خاص طور پر زید ہاشمی کو مدینہ سے طلب کیا وہ اپنے ساتھ اس متبرک کپڑے کو بھی لائے

اور مجھ کو بخش دیا در حقیقت اس پر حروف پائے گئے۔ جب میں نے اس متبرک کپڑے کی زیارت کی تو فرط مسرت سے رونے لگا۔ غرضکہ اپنے قیام کے زمانہ میں برابر قبر مطہر امام مظلومؑ کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ وہاں کے باشندوں نے مجھ کو ایک علم بھی دیا تھا جو خاک شفا کا بنا ہوا تھا۔ جس کو میں بصد تعظیم پیشانی اور آنکھوں سے لگایا کرتا تھا ایک مرتبہ اس علم میں میں نے واقعات کربلا کا مشاہدہ کیا تھا۔ جس سے میں متاثر ہو کر رونے لگا تھا۔ اس کا اتنا اثر تھا کہ تین دن اور تین رات تک برابر غمگین و محزون رہا اور کسی کام کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوا۔ اس واقعہ کے بعد میرا یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ میں اس مقدس سرزمین سے کبھی بھی جدا نہ ہوں گا۔ لیکن بالآخر شہزادوں اور دوسرے فوجی افسروں نے مجھ کو وہاں سے روانہ ہونے کی انتہائی ترغیب دی جس کی وجہ سے وہاں سے کوچ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا اس وقت کربلا کے باشندوں نے میری تکلیف اور غم کو دور کرنے کے لیے مجھے ایک ایسی ضریح نذر کی جو کہ مزار انور کے قریب کی خاک پاک سے بنائی گئی تھی جب میں نے اس ضریح کی زیارت کی تو بالکل بے قابو ہو کر رونے لگا۔ شب کے وقت اس ضریح مبارک سے نوحہ و ماتم کی غیبی صدائیں آتی تھیں جس کو سننے کے بعد لوگ بے چین ہو جاتے تھے اس معجزہ کے ظہور کی وجہ سے لوگ اس کو ضریح معجزہ کہنے لگے تھے۔ یہ ضریح ہر موقع اور موسم میں میرے ساتھ رہی اور اس کے برکات سے مجھ کو ہر طرح کامیابی حاصل ہوئی۔ ماہ محرم کے عشرہ اول میں اس متبرک ضریح معجزہ کو دس دن تک خیمہ

میں رکھتا تھا اور سید مدنی کی ہدایت کے مطابق عزاداری میں مشغول رہتا تھا، سید ممدوح حضرت کے واقعات شہادت مجھ کو سناتے تھے اور میں گریہ و ماتم کرتا تھا اور روٹیاں تقسیم کرتا تھا۔ انتہا یہاں پر اس عبارت کا ماحصل ختم ہوتا ہے۔ جس کو کہ بہادر شاہ اول نے اصل تزک تیموری سے نقل کیا ہے لیکن یہ عبارت تزک کے فارسی ترجمہ میں نہیں ہے بہادر شاہ اول نے اس کے متعلق "چہل نصائح" میں خود تحریر کیا ہے کہ اس عبارت کو مترجم نے جنھوں نے شاہجہاں کے حکم سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے عمداً چھوڑ دیا ہے تا کہ تیمور کے تشیع کو پوشیدہ کیا جاسکے۔ اس کا اعتراف یوروپ کے مستشرقین و محققین نے بھی کیا ہے کہ تزک تیموری کے مترجم (محمد افضل بخاری جنھوں نے ابوطالب حسینی کے ترجمہ پر نظر ثانی کیا ہے اور جس کا فارسی ترجمہ آج کل متداول ہے) نے تیمور کو سنی ظاہر کرنے کے لیے ترجمہ میں اس کی شیعیت کو چھپایا ہے ملاحظہ ہو تنقید Elistt and dowon Vol.III P.393 by Majot Stewart تزک کی اس عبارت سے جو بہادر شاہ اول کی پیش کردہ ہے امر یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ ضریح (نقل روضہ) تیمور کے لیے بنائی گئی لیکن ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ آیا ضریح بنانے کا رواج تیمور کے عہد میں قدیم تھا یا جدید؟

بیان (۱) کیا جاتا ہے کہ تیمور نے جب دمشق فتح کیا تو وہاں سے اس کو اہلبیت

....

(۱) فرض عین، ص ۳۲، طبع لکھنؤ۔

علیہم السلام کے بہت سے تبرکات دستیاب ہوئے تھے چنانچہ ان میں کچھ خون آلود کپڑے حضرت کے جسم مطہر کے بھی تھے۔ تیمور نے ان سب تبرکات اور نیز ضریح معجزہ کو ایک عماری میں رکھدیا تھا اور اس عماری کو اپنے ہمراہ ہمیشہ رکھتا تھا۔ یہ عماری مع ان تبرکات کے برابر اس خاندان میں محفوظ رہی ایام محرم میں اس عماری کا گشت اس شان کے ساتھ ہوتا تھا کہ امرا اور اراکین سلطنت میں جو لوگ نہایت بزرگ و مقدس ہوتے تھے وہ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے رہتے تھے اور تمامی فوج ساتھ رہتی تھی (ممکن ہے کہ تعزیہ کی وہ شکل جو عماری سے زیادہ مشابہ ہے وہ اسی کی نقل ہو۔ اس قسم کا تعزیہ میرے خاندان میں بنایا جاتا ہے جس کو میرے خاندان کے بزرگ سادات بناتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ایسا تعزیہ کہیں اور بھی بنتا ہو لیکن میرے علم میں نہیں ہے) یہ تبرکات اسی عماری میں محمد شاہ کے عہد تک رہے۔ جب نادر شاہ ہندوستان میں آیا تو ان میں سے کچھ تبرکات وہ اپنے ہمراہ لے گیا جو باقی (۲) بچ گئے وہ ایک طلائے خالص کی عماری میں رکھے گئے۔ جب شاہ عالم ثانی کا زمانہ آیا اور غلام قادر نے بادشاہ کے ساتھ نمک حرامی کیا تو اس وقت سندھیا (مرہٹوں) نے بادشاہ کی مدد کی اور فرط عقیدت سے وہ اس عماری کو اپنے ہمراہ لے گیا اور گوالیار میں عزاداری کی بنیاد ڈالی۔

مندرجہ بالا توضیحات سے تاریخ تعزیہ داری پر کسی حد تک روشنی ڈالی جاچکی ہے

---

(۲) ریاست عالیہ محمود آباد میں اس وقت تک ایک علم تیمور کے زمانہ کا موجود ہے جو فولاد کا بنا ہوا ہے اور جس پر تیمور کا نام اور سنہ ہجری کندہ ہے۔

اب تمۂ کلام میں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ "عزاداران حسین" عام اس سے کہ وہ کسی مذہب وملت کے کیوں نہ ہوں وہ مقصد عزا کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے اس معروض پر غور فرمائیں۔

ظاہر ہے کہ "حسینؑ" صرف شیعوں اور مسلمانوں ہی کے نہیں ہیں بلکہ "حسینؑ" تمام عالم انسانیت کے ہیں۔ حسینؑ کا پیغام عام ہے کسی مخصوص فرقہ اور قوم سے اس کو وابستہ نہیں کیا جا سکتا ہے اس لیے سوگواران حسینؑ کا یہ فریضہ ہونا چاہئے کہ عزائے امام کے ذریعہ مظلوم کربلا" کے پیغام کو جو عالم انسانیت کے لیے ہے تمام عالم تک پہونچائیں۔ آج درحقیقت شخصیت پرستی" و "سرمایہ پرستی" کا خاتمہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ یزیدیت" و "غیر خدا کی محکومیت" دنیا سے مٹ رہی ہے۔ اور "حسینیت" وللّٰہیت" دنیا پر غالب آرہی ہے۔ زمانہ کے انقلاب نے "سیعلمون الذین ظلمو ا ای منقلب ینقلبون" کی تفسیر کو ہماری نگاہوں کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ "حسینیت" نے یزیدیت" کو پسپا کر کے عظیم الشان فتح حاصل کر لی ہے۔ اگر آپ کچھ بھی "تفکر وتدبر" سے کام لیں تو آپ کو اس نتیجہ پر پہونچنے میں آسانی ہوگی کہ دنیا میں ۶۱ھ کے بعد جو "انقلابات" بھی آئے ہیں وہ سب واقعہ کربلا کے نتائج ہیں بقول علامہ اقبال۔

تا قیامت قطع استبداد کرو
موج خونِ او چمن ایجاد کرو

موجودہ زمانہ جو "دور اضطراب و حرکت" ہے اس میں اسکی ضرورت ہے کہ "تعزیہ داران حسین" اپنی ایک جمعیت بنائیں۔ جس میں ہندو، عیسائی اور مسلمان تمام مذاہب کے لوگ شامل ہوں اور اسطرح ایک "انسانی برادری" بنا کر تفرقہ پرواز اور مفسد "قوموں کو "صلح و آشتی" کی جانب دعوت دیں۔ محرم کے زمانہ میں یہ کام آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ ہم موجودہ زمانہ کے رُجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی مجلسوں اور جلوسوں" میں بھی ایسی ترمیم کر سکتے ہیں جس سے "حسینیت" کی تبلیغ زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

قوم "سیزدہ صد سالہ" یادگار حسینی منانے کے لیے آمادہ ہوگئی ہے۔ جزاہم اللہ یہ یادگار ضرور منائی جائے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ اس یادگار کو اسی وقت بقاو دوام حاصل ہو سکتی ہے جب کہ ہم "حسین" کو صرف اپنا ہی نہ بنائیں۔ اس کو ہرگز نہ فراموش کرنا چاہئے بلکہ یاد رکھیئے کہ "حسین" صرف شیعوں کے نہیں بلکہ تمام عالم کے ہیں۔

"حسین" تاریخ عالم میں ایک زبردست و عظیم المرتبت انسان تھے، وہ بنی نوح انسان کے ہمدرد، محسن عالم، تمام دنیا کو ایک مرکز پر لانے والے پیکر شجاعت اور مجسمہ حریت تھے۔ اس جلیل القدر انسان میں ایسی جاذبیت موجود ہے جو مصنفین و مورخین کو ہر زمانہ میں اپنی جانب متوجہ کرتی رہی ہے اور آئندہ بھی متوجہ کرتی رہے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ۱۳۶۱ھ سے اپنے میں "انقلاب" پیدا کریں اور اپنی سیرت و اعمال سے صحیح معنوں

میں اپنے کو "حسینی" ثابت کردیں۔ یقیناً یہ یادگار "یزیدیت" کے ہلاکت کا سبب ہو کر تاریخ عالم میں ایک نئے باب کے آغاز کا سبب ہوگی۔ فاجیبو ایام قومنا!

حصّہ دوم

اثبات عزاداری

عاشورآئے محرم کوخوشی منانے کے متعلق تمام روایتیں موضوع ہیں سوائے یوم غم ہونے کے اس دن کی اور کوئی فضیلت نہیں ہے دشمنان اہلبیت نے اس کو یوم سرور بنایا ہے۔

موجودہ زمانہ کے مصر کے زبردست محقق علامہ جلال الحسینی الحنفی اپنی مشہور تصنیف ''الحسین'' جلد دوم کے صفحہ ۱۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

(یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں مکتبہ السلفیہ قاہرہ سے شائع ہوئی ہے)۔

(الف) قال ابن تيمية في منهاج السنة ج ۲، صفحه ۲۸۲ وكذلك بدعة السرور والفرح وروى من احدثها انه من وسع على اهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنة

علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد دوم صفحہ ۲۸۲ میں فرماتے ہیں: ایسے ہی عاشور محرم کو خوشی اور سرور کرنے کی بدعت ہے اور یہ حدیث کہ'' جو شخص عاشور کے دن اپنی اہل وعیال پر فراخی کریگا اللہ اس پر تمام سال فراخی رکھے گا''

قال احمد بن حنبل هذا الحديث لا اصل له ولم يستحب احد من الائمة الاربعة لا هذا ولا هذا وبدعة التوسعة على العيال واتخاذ اطعمة غير معتادة اصلها من المتعصبين بالباطل على الحسين وتلك بدعة اصلها من المتعصبين با لباطل۔

(ب) اما حديث التوسعة ولفظه من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه في سنة كلها فانّه تفرّدُ به الهيثم بن شداخ ضعيف بالاتفاق وقال ابن رجب لا يصح اسناده واورده ابن الجوزي في الموضوع

اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا ارشاد ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے (یعنی جعلی ہے) اور چاروں اماموں میں سے (یعنی ابو حنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل) کسی ایک نے بھی ایسی ویسی باتوں میں سے کوئی امر کرنا مستحب و باعث ثواب نہیں سمجھا ہے۔ غرض کہ اپنے عیال پر فراخی کرنا اور روز مرہ کے خلاف مخصوص اس دن لذیذ و عمدہ کھانے پکوانا یہ سب باتیں ان لوگوں کی ایجاد ہیں جو امام حسینؓ کے خلاف ہو کر تعصب رکھتے ہیں یعنی جو دشمنان حسینؓ ہیں۔

لیکن حدیث توسیع جس کے الفاظ یہ ہیں" جو روز عاشورہ محرم اپنے عیال پر فراخی کرے گا خدا اس پر فراخی کرے گا۔" یہ حدیث صرف ہیثم بن شداخ سے مروی ہے جو تمام لوگوں کے نزدیک باتفاق ضعیف ہیں۔ ابن رجب کہتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح نہیں ہے اور اس حدیث کو علامہ بن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔

وبعضهم حسنه اماغير ذلك مما اشتهر فعله في يوم عاشوراء كالاكتحال والتزين باللباس وغيره و زيادة العلماء والاخوان ونحو ذلك من الامور الحسنة فلم يصح منها شيء بل هي من وضع قتلة الحسين اتخذوه عيداً۔

بعض نے حسن بھی کہا ہے۔ رہ گئے اس کے علاوہ اور افعال بھی (جن کا کرنا سنت وثواب کا سبب قرار دیا گیا ہے مثلاً عاشور کے دن سرمہ لگانا عمدہ کپڑے پہننا، عالموں اور برادری والوں کی ملاقات کے لیے (مثل عید کے دن کے جانا۔ یا مثل اس کے اور امور حسنہ تو ان سب امور کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ بلکہ وہ قاتلان حسینؓ کی ایجاد کی ہوئی باتیں ہیں۔ جنھوں نے عاشور محرم (جو یوم غم ہے) کو عید کا دن قرار دیا ہے۔

پھر صفحہ ۱۶۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

(ج) وقال الغزالي في مكاشفة القلوب صفحه ۲۰۳ ـ روى البيهقي في شعب الايمان من وسع على عياله و اهله يوم عاشوراء وسع الله عليه في سائر سنته وفي رواية منكرة الطبراني الصدقه فيه

امام غزالی ''مکاشفۃ القلوب'' کے صفحہ ۲۰۳ پر تحریر فرماتے ہیں: کہ حدیث توسع کو بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کو کہ ایک درہم عاشور کو خیرات میں دنیا برابر ہے چھ سو درہم صدقہ کرنے کے ''طبرانی نے نقل کیا ہے جو قابل اعتراض ہے

بدرهم بسبعمائة الف درهم اما حديث من اكتحل يومه لم يرمد ذلک العام ومن اغتسل فيه لم يمرض فموضوع وقد صرح الحاکم بان الاکتحال يومه بدعة وقال ابن القيم حديث الاکتحال وطبخ الحبوب و الادهان والتطيب يوم عاشوراء من وضع الکذابين.

اور یہ حدیثیں کہ جو شخص عاشور کو سرمہ لگائے سال بھر تک اس کی آنکھ آشوب نہ کرے گی یا جو شخص اس دن غسل کرے بیمار نہ ہوگا۔ یہ سب موضوع ہیں امام حاکم نے تو اس کی تصریح کی ہے کہ عاشور کے دن سرمہ لگانا بدعت ہے اور علامہ قیم فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے، اور لذیذ اور عمدہ کھانے پکانے اور تیل اور عطر لگانے والی حدیثیں جو خاص کر عاشور محرم کے دن کے لیے روایت کی جاتی ہیں سب جھوٹوں کی گڑھی ہوئی ہیں۔

صفحہ ۵۵ پر ہے:۔

و ذکر المقريزی فی الخطط صفحه ۳۹۰ ج ۱ ط بولاق قال يوم عاشوراء کان الخلفاء الفاطميون يتخذونه يوم حزن تعطل فيه الاشواق ويعمل فيه السماط العظيم المسمے سماط الحزن فلما زالت الدولة اتخذ الملوک بنی ايوب يوم عاشوراء

علامہ مقریزی خطط جلد ۱ صفحہ ۳۹۰ طبع بولاق مصر میں تحریر فرماتے ہیں۔ مصر کے خلفاء فاطمیین عاشور محرم کو غم مناتے تھے اس دن بازار بند کردیے جاتے تھے اور صف ماتم بچھائی جاتی تھی۔ لیکن جب خلفاء بنی فاطمہ کا زوال ہوا تو سلاطین بنی ایوب نے عاشور محرم کو خوشی کا دن قرار دیا۔

يوم سرور يوم سعون فيه على عيالهم ويسطون فى المطاعم ويصنعون الحلاوات ويتخذون الاوانى الجديدة ويكتحلون ويد خلون الحمام جريا على عادة اهل الشام التى سنها لهم الحجاج فى ايام عبدالملک ابن مروان ليرغموا اناف شيعة على ابن ابيطالب كرم الله وجهه الذين تخذون يوم عاشوراء يوم عزاء و حزن على الحسين بن على لانه قتل فيه وقد ادركنا بقايا ماعمله بنوايوب من اتخاذ يوم عاشوراء يوم سرور وتبسط وارى ان عادة بنى ايوب فى التوسع والسرور يوم عاشوراء

اہل وعیال پر فراخی کی جاتی تھی۔ لذیذ اور عمدہ کھانے اور حلوے بنتے تھے۔ دسترخوان بچھایا جاتا تھا جس پر قسم قسم کے کھانے پینے کی چیزیں ہوتی تھیں۔ برتن خریدے جاتے تھے (یعنی میلہ اور بازار لگتا تھا جس میں خرید وفروخت ہوتی تھی) سرمہ لگاتے تھے۔ حمام میں جاتے تھے۔ یہ سب باتیں مثل شامیوں کے کی جاتی تھیں۔ جنھیں عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج بن یوسف نے صرف اس لیے جاری کی تھیں تاکہ دسویں محرم کو خوشی کر کے حضرت علیؑ کے شیعوں کو تکلیف پہونچائیں۔ کیونکہ شیعیان علی اس دن غم وحزن کا اظہار کرتے تھے۔ ان ہی شامیوں کی پیروی بنی ایوب نے بھی کی کہ وہ اس دن خوشی مناتے تھے اور میرے خیال میں عید منانے کی رسم بنی ایوب میں اسی زمانہ سے تھی

انما هي عادتهم منذ كانوا بالشام كسائر اهلها فاستمروا عليها بمصر ولما زالت دولة الفاطمين على يد صلاح الدين يوسف ايوب بقيت عادة بني ايوب و نبتها كونهما قضة العادة الفاطمين۔

جبکہ یہ لوگ شام میں تھے تو دیگر شامیوں کی طرح یہ برابر خوشی کرتے تھے مصر میں آنے کے بعد بھی یہی عادت جاری رکھی چنانچہ جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب کے ہاتھوں بنی فاطمہ کی سلطنت کو زوال ہوا تو یہ لوگ مثل ملک شام کے مصر میں عید عاشور منانے لگے اور ان لوگوں کا یہ فعل فاطمیین کی رواسم عزاداری کے بالکل خلاف تھا۔

(۲)

علامہ شیخ شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی جو اپنے زمانے کے "شیخ الفقہاء والمحدثین" ہونے کے علاوہ مکہ معظمہ کے مفتی تھے صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۹ و صفحہ ۱۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں: (مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۲ھ)

وایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ببدع الناصبة المتعصبين على اهل البيت والجهال المتقابلين للفاسد بالفاسد والبدعة بالبدعة والشر بالشر من اظهار غاية

اور اپنے کو بچائے پھر بچائے ایسا نہ ہو کہ ناصبیوں کے بدعات جو اہلبیت رسول کے خلاف تعصب رکھتے ہیں کرنے لگے یا جاہلوں کے بدعات وجو فاسد کو فاسد سے بدعت کو بدعت سے اور بدی سے بھڑاتے ہیں یعنی غایت درجہ

الفرح والسرور واتخاذه عيد
اواظهار الزينة فيه كالخضاب
والاكتحال ولبس جديد الثياب
وتوسيع النفقات وطبخ الاطعمة
و الحبوب الخارجة عن العادات
و اعتقادهم ان ذلک من السنة
والمعتاد والسنة ترک ذلک
من كله فانه لم یر وفی ذلک
شیء یعتمد علیه ولا اثر یرجع
الیه وقد سئل بعض ائمة
الحدیث والفقه سئل بعض ائمة
الحدیث والفقه عن الكحل
والغسل والحناء وطبخ الحبوب
ولبس الجدید واظهار
والسرور یوم عاشوراء فقال لم
یروفیه حدیث صحیح عنه صلی
الله علیه و آله وسلم ولا عن احد
من اصحابه ولا استحبه احد من
ائمة المسلمین من الاربعة

کی فرح اور سرور کو ظاہر کرنا۔ اور عاشور
کے دن عید منانا اور آرائش وزینت کرنا
جیسے خضاب کرنا وسرمہ لگانا اور نئی
پوشاک بدلنا اور خرچ میں فراخی کرنا اور
کھانے والے معمول سے زیادہ پکانا اور
ان کا یہ سمجھنا کہ یہ امور مسنون ومعتاد ہیں
یعنی سنت ہیں غلط ہے بلکہ تمام امور کا
ترک سنت ہے کیونکہ اس بارے میں
قابل اعتبار کوئی روایت نہیں ہے اور نہ
کوئی ایسی حدیث ہے جس کی طرف
رجوع کی جائے۔ حدیث اور فقہ کے بعض
اماموں سے سوال کیا گیا کہ سرمہ لگانے
اور مہندی لگانے اور کھانا پکانے اور کپڑے
بدلنے اور خوشی ظاہر کرنے کا عاشور کے دن
میں کیا حکم ہے انھوں نے جواب دیا اس
بارے میں رسول اللہ صلعم سے کوئی حدیث
صحیح مروی نہیں ہے اور نہ [illegible] کے کسی صحابی
اور نہ مسلمانوں کے چار ں اماموں
یعنی ابوحنیفہ، مالک شافعی، محمد بن حنبل

ولا من غیرهم ولم یرو فی الکتاب المعتمدة فی ذلک صحیح ولا ضعیف وماقیل ان من اکتحل یوم عاشوراء ولم یرمدذلک العام ومن اغتسل لم یمرض کذلک ومن وسع علی عیاله فیه وسع الله علیه سائر سنته وامثال ذلک مثل فضل الصلوة فیه انه کان فیه توبة ادم واستواء السفینة علی الجودی وانجاء ابراهیم من النار وفداء الذبیح بالکبش وردیوسف علی یعقوب علیه السلام فکل ذالک موضوع الا حدیث التوسعة علی العیال لکن فی سنده من تکلم فیه

میں سے کسی نے اسکو مستحب سمجھا اور نہ کسی اور نے نہ معتمد و معتبر کتابوں میں اس بارے میں کوئی روایت صحیح ہے نہ ضعیف اور جو کہتے ہیں کہ جس نے عاشورا کے دن سرمہ لگایا تو اس سال میں آنکھیں نہ دکھیں گی اور جو کوئی نہایا سال بھر بیمار نہ ہوگا اور جس نے اپنے عیال پر فراخی کی تو اللہ تمام سال اسپر فراخی رکھے گا اور اسی قسم کی اور دوسری روایتیں جیسے اس کی نماز کی فضیلت اور یہ کہ آدم کی توبہ قبول ہوئی اور نوح کی کشتی جودی پر جاٹھہری اور ابراہیم کو آگ سے نجات ملی اور مینڈھا اسمٰعیل کا فدیہ ہوا اور یوسف یعقوب کے پاس آئے ۔ یہ سب حدیثیں موضوع (گڑھی ہوئی) ہیں بجز توسعہ علی العیال کے لیکن اس کے سند میں ایسا شخص ہے جس کے حق میں کلام ہے (اس لیے یہ حدیث بھی قابل اعتبار نہیں) سوائے اس کے کہ اس گروہ

فصار هولاء لجهلهم يتخذونه موسماً وقد صرح الحاكم بان الاكتحال يومه بدعة مع روايته خبران من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه ابداً لكنه قال انه منكر ومن ثم اورده ابن اجوزى فى الموضوعات من طريق الحاكم قال بعض الحفاظ من غير ذلك الطريق ونقل المجد اللغوى عن الحاكم ان سائر الاحاديث فى فضله غير الصوم كفضل الصلوة والانفاق والخضاب والادهان والاكتحال وطبخ الحبوب وغير ذلك كله موضوع ومفترىٰ

(یعنی وہ لوگ جو دسویں محرم کو بجائے غم و الم کے خوشی ظاہر کرتے ہیں) نے اپنی جہالت سے اس کو (عشرہ محرم کو) سرور وخوشی کا موسم بنالیا ہے اور امام حاکم نے تو صاف بیان کیا ہے کہ عاشور کو سرمہ لگانا بدعت ہے۔ باوجود کہ انھوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے روز عاشورا سرمہ اثمد لگایا تو اسکی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی" لیکن اس کے بارے میں کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث منکر (خراب ہے اور اعتبار کرنے کے قابل نہیں) اسی بناء پر علامہ ابن جوزی اس حدیث کو حاکم کے طریق سے موضوعات (گڑھی ہوئی حدیثوں) میں لائے ہیں اور بعض حفاظ حدیث نے اور طریق سے بھی کہا ہے۔ اور مجدالدین لغوی (صاحب قاموس) امام حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ کے سوا عاشور کی فضیلت کی ساری حدیثیں جیسے نماز کی اور خرچ کی اور خضاب کی اور تیل لگانے کی اور سرمہ لگانے کی اور کھانا پکانے کی اور اس کے سوا تمام حدیثیں موضوع اور گڑھی ہوئی ہیں۔

وبذلک صرّح ابن القیّم ایضا فقال حدیث الا اکتحال والا دھان والتطیب یوم عاشوراء من وضع الکذابین۔

اور علامہ ابن قیم نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ سرمہ لگانے کی حدیث اور تیل اور خوشبو لگانے کی عاشورا کو جھوٹے لوگوں نے گڑھی ہے۔

(۳)

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت من السنۃ کے صفحہ ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

(مطبوعہ قیومی پریس کانپور ۱۹۲۳ء)

(الف)وفی المقاصدالحسنۃ للشیخ محمد السخاوی حدیث من اکتحل بالا ثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینہ ابدارواہ الحاکم والبیھقی فی الثالث والعشرین فی الشعب و الدیلمی من حدیث جبیر عن ضحّک عن ابن عباس مرفوعا وقال الحاکم انہ منکر بل موضوع اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات من ھذا الوجوہ من حدیث ابی ھریرہ

اور علامہ شیخ محمد سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ ''جس نے عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگایا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی'' اس کو امام حاکم اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' کے تیئیسویں باب میں روایت کیا ہے اور دیلمی نے جبیر کی حدیث سے انھوں نے ضحاک سے انھوں نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے اور امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر بلکہ موضوع (من گڑھت) ہے۔ ابن جوزی نے اسی وجہ سے اس کو موضوعات میں لکھا ہے اور ابو ہریرہ

بسند لين فيه احمد بن منصور الشونيزى فكان انه ادخل عليه وحديث من وسع على عياله فى يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها رواه الطبرانى والبيهقى فى شعب الايمان وفضائل الاوقات عن ابى سعيد والثانى فقط فى الشعب عن جابر وابى هريره وقال ان اسانيده كلها ضعيفة۔

کی حدیث سے بسند ضعیف کہ جس میں احمد بن منصور شونیزی ہے اور جو قابل اعتراض ہے۔ یہ حدیث کہ جس نے اپنے عیال پر عاشور کے دن فراخی کی اللہ اس پر تمام سال فراخی رکھے گا۔ اس کو طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان اور فضائل الاوقات میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہا ابوسعید نے ابن مسعود نے اور دونوں پہلے بزرگوں نے ابو سعید سے اور صرف دوسرے بزرگ نے شعب الایمان میں جابر اور ابوہریرہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں۔

اور اسی کتاب کے صفحات ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ پر ہے:

(ب) وفى تنزية الشريعة فى الاحاديث الموضوعة للشيخ الامام الحافظ العلامة عالم المدينة النبوية فى زمانه الشيخ على بن محمد بن العراقى حديث من صام تسعة ايام من اول المحرم بنى الله له قبة فى الهواء

اور شیخ علی بن محمد بن العراقی جو اپنے زمانہ کے مدینہ شریف میں امام حافظ حدیث وعلامہ تھے۔ اپنی کتاب "تنزیہ الشریعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" میں لکھتے ہیں یہ حدیث کہ جس نے اوائل محرم میں نو دن روزے رکھے تو اس کے واسطے اللہ ہوا

میلا فی میل لها اربعة ابواب رواه
ابو نعیم عن انس وفیه موسی
الطویل وهوافة وحدیث من صام
یوم عاشوراء کتب الله له عبادة
ستین سنة بصیامها وقیامها ومن
صام یوم عاشوراء اعطی ثواب
عشرة الاف ملک ومن صام یوم
عاشوراءِ اعطی ثواب الف، حاج
ومعتمرومن صام یوم عاشوراء
اعطی ثواب عشرة الاف شهید
اومن صام یوم عاشوراء کتب الله له
اجر سبع سموات ومن اشبع جائعاً
وفی یوم عاشوراء فکانما اطعم
جمیع فقراء امة محمد واشبع
بطونهم ومن مسح علی راس یتیم
رفعت له بکل شعرة علی راسه
درجة فی الجنة خلق الله السموات
یوم عاشوراء والارض کمثله
وخلق القلم یوم عاشوراء

میں ایک قبہ ساحت میں میل در میل
بنادے گا اس کے چار دروازے ہوں گے۔
اس کو حافظ ابو نعیم نے انس سے روایت کی
ہے۔ اور اس کے راویوں میں موسیٰ طویل
ہے اور یہ اس حدیث کے لیے ایک بلائے
بے درماں ہے اور یہ حدیث کہ جس نے
عاشور کے دن روزہ رکھا تو اس کے واسطے
اللہ سات برس کی عبادت صوم وصلوۃ کے
ساتھ لکھے گا۔ اور جس نے یوم عاشورا
روزہ رکھا تو اس کو دس ہزار فرشتوں کا
ثواب ملے گا اور جس نے یوم عاشورا روزہ
رکھا تو اس کو ہزار حاجیوں کا اور عمرہ بجانے
والوں کا ثواب ملے گا اور جس نے عاشورا
کے دن روزہ رکھا اس کو دس ہزار شہیدوں
کا ثواب ملے گا۔ اور جس نے عاشورا
کے دن روزہ رکھا اس کے واسطے اللہ
ساتوں آسمانوں کا ثواب لکھ دیگا۔

واللوح كمثله وخلق جبرئيل يوم
عاشوراء والملائكة يوم عاشوراء
وخلق ادم يوم عاشوراء وولد
ابراهيم يوم عاشوراء ونجاه الله من
النّار يوم عاشوراء وفدى اسمعيل
يوم عاشوراء و غرق فرعون يوم
عاشوراء ورفع ادريس يوم عاشوراء
وتاب الله على ادم يوم عاشوراء
وغفر ذنب داؤد يوم عاشوراء
واستوى الرب على العرش يوم
عاشوراء و تقوم القيامة يوم عاشوراء
موضوع ذكره ابن الجوزي وفيه
حبيب بن حبيب وهو آفة وحديث
ان الله فرض على بني اسرائيل صوم
يوم في السنة وهو يوم عاشوراء

اور جس نے عاشورا کے دن بھوکے
کا پیٹ بھر دیا تو گویا اس نے امت محمدی
کے تمام فقرا کو کھانا کھلایا۔ اور سیر کر دیا
اور جس نے یتیم کے سر پہ ہاتھ پھرا تو
اس کے ہر بال کے بدلے جو اس کے
سر پہ ہیں جنت میں بلند درجہ ملے گا۔
اللہ نے عاشورا کے دن آسمان پیدا کیے
اور ویسے ہی زمین پیدا کی اور عاشورے
کے دن قلم پیدا کیا اور ایسے ہی لوح کو
اور عاشورے کے دن جبرئیل کو پیدا کیا
اور عاشور کے دن فرشتوں کو پیدا کیا
اور عاشور کے دن آدم کو پیدا کیا اور
ابراہیم عاشور کے دن پیدا ہوئے اور
اللہ نے عاشور کے دن ان کو آگ سے
بچایا اور عاشورے کے دن اسمعیل کا
فدیہ آیا اور عاشورے کے دن فرعون کو
ڈبویا اور عاشور کے دن ادریس کو اٹھایا
اور عاشور کے دن آدم کی توبہ قبول ہوئی

وھو الیوم العاشر من المحرم
فصوموا ووسعوا علی اھلیکم فیه
فان من وسع علی اھله من ماله
یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر
سنة فصوموه فانه الیوم الذی تاب
الله فیه علی ادم وھو الیوم الذی
رفع الله فیه ادریس مکانا علیا
وھو الیوم الذی نجی الله فیه
ابراھیم من النار وھو الیوم الذے
انزل الله فیه التوراة علی موسیٰ
وفیه فدی الله اسمعیل من الذبح
وھو الیوم الذی اخرج الله یوسف
من السجن وھو الیوم الذی رد الله
علی یعقوب بصره وھو الیوم
الذی کشف الله فیه عن ایوب
البلاء وھو الیوم الذی اخرج الله
فیه یونس من بطن الحوت

اور عاشور کے دن داؤد کا گناہ معاف ہوا
اور عاشور کے دن رب عرش پر مستوی ہوا
اور عاشور کے دن قیامت قائم ہوگی یہ
سب روایتیں موضوع (گڑھی ہوئی
جھوٹوں اور افترا پردازوں کی) ہیں اس کو
علامہ ابن اجوزی نے بروایت ابن عباس
ذکر کیا ہے اور اس میں (سلسلہ روایت میں)
حبیب بن حبیب داخل ہے اور یہ اس
حدیث کی بڑی مصیبت ہے اور یہ حدیث کہ
اللہ نے بنی اسرائیل پر تمام سال میں ایک
دن کا روزہ فرض کیا ہے اور وہ عاشور کا دن
ہے جو محرم کی دسویں تاریخ ہے پس تم اس
دن روزہ رکھا کرو کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ اللہ
نے اس روز ادریس کو بلند مرتبہ دیا اور وہ ایسا
دن ہے کہ اس روز اللہ نے نوح کو کشتی سے
اتارا اور وہ ایسا دن ہے کہ اس روز اللہ نے
توریت موسیٰ پر نازل کی اور اسی دن اللہ
نے اسمعیل کو فدیہ دیکر ذبح سے بچا لیا اور
وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے یعقوب کی
آنکھیں پھیر دیں اور وہ ایسا دن ہے کہ اس
دن اللہ نے یونس کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا

وهو الیوم الذی فلق الله فیه
البحر لبنی اسرائیل وهو الیوم
الذی غفر الله فیه لمحمد ذنبه ما
تقدم وما تاخر وفی هذا الیوم
عبر المومنے البحر وفی هذا الیوم
انزل الله التوبة علی قوم یونس
فمن صام هذا الیوم کان کفارة
سنة واول یوم خلق الله من الدنیا
یوم عاشوراء واول یوم نزل
المطر من السماء یوم عاشوراء
فمن صام یوم عاشوراء فکانما
صام الدهر هو صوم الانبیاء ومن
احیی لیلة عاشوراء کانما عبد الله
مثل عبادة اهل السموت السبع
ومن صلّی اربع رکعاتٍ یقرء فی
کل رکعة الحمد مرة وخمسین
مرة قل هو الله احد غفر الله له
ذنوب خمسین عاما ماضیة

اور وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے اس دن بنی
اسرائیل کے واسطے دریا پھاڑ دیا اور وہ ایسا
دن ہے کہ اس دن اللہ نے محمد صلعم کے اگلے
اور پچھلے گناہ بخش دیے اور اس روز موسیٰ دریا
سے اتر گئے اور اسی دن اللہ نے یونس کی قوم
کی توبہ قبول کی پس اس روز جس نے روزہ
رکھا تو چالیس برس کا کفارہ ہوگیا۔ اور پہلا
دن جو اللہ نے دنیا میں پیدا کیا روز عاشورا ہے
اور پہلا دن کہ آسمان سے مینھ برسا روز
عاشورا ہے پس جس نے عاشور کے دن روزہ
رکھا تو گویا وہ عمر بھر روزہ ہی رکھتا ہے اور یہ
نبیوں کا روزہ ہے اور جو شب عاشور کو جاگتا
رہا تو گویا اس نے ساتوں آسمانوں کے
رہنے والوں کے برابر عبادت کیا اور
جس نے ایسی چار رکعت ادا کیں کہ ہر ایک
میں سورہ فاتحہ ایک بار اور قل ہو اللہ پچاس بار
پڑھے تو اللہ اس کے پچاس برس گزشتہ اور
پچاس بار پڑھے تو اللہ اس کے پچاس برس

وخمسين عاما مستقبلة وبنى الله له فى الملا الا علىٰ الف منبر من نورمن سقى شربة ماءٍ فكانمالم يعص الله طرفته عين ومن اشبع اهل بيت مساكين يوم عاشوراء مر على الصراط كالبرق الخاطف ومن تصدق بصدقة فكانمالم يرد سائلا قط ومن اغتسل يوم عاشوراء لم بمرض الامرض الموت ومن اكتحل يوم عاشوراء لم ترمد عيناه السنة كلها ومن امريده على راس اليتيم فكانّما بريتامىٰ ولدادم كلهم ومن عادمريضا يوم عاشوراء فكانما عاد مرضى ولد آدم كلّهم ذكره ابن الجوزى فى الموضوعات وقال رجاله ثقات فالظاهران بعض المتاخرين وضعه وركبه على هذا الاسناد انتهىٰ۔

گزشتہ اور پچاس برس آئندہ کے گناہ بخش دے گا اور اس کے لیے ملا اعلیٰ میں نور کا منبر بنادے گا اور جس نے ایک گھونٹ پانی پلادیا تو گویا لمحہ بھر اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور جس نے عاشور کے روز مساکین کا پیٹ بھر دیا تو پل صراط پر سے مثل چمکتی ہوئی بجلی کے گزر جائیگا۔ اور جس نے کوئی چیز خیرات کی تو گویا اس نے کسی سائل کو محروم نہیں پھیرا اور جس نے روز عاشورا میں غسل کیا وہ سوا مرض موت کے کبھی بیمار نہ ہوگا اور جس نے عاشورہ کے دن سرمہ لگایا تو تمام سال اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی اور جس نے یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا تو گویا بنی ادم کے تمام یتیموں کے ساتھ نیکی کی اور جس نے عاشور کو کسی بیمار کی عیادت کی تو گویا تمام بیماروں کی عیادت کی۔ ان سب (روایتوں کو علامہ ابن جوزی نے موضوعات (گڑھی ہوئی روایتوں او رحدیثوں کے سلسلہ) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے سلسلہ روایت میں ثقات کے نام ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض متاخرین نے (جو غالباً دشمنان اہل بیت رسول تھے) گڑھ کے ان راویوں کے سر منڈھ دی ہے۔

ملک العلماء قاضی القضاۃ شہاب الدین دولت آبادی، اپنی کتاب ''ہدایۃ السعداء'' میں تحریر فرماتے ہیں:-

الجلوة السابعه.......ودرجامع
وقت عصر عمر ملعون پسر سعد
ابی وقاص بر شهرگ مبارک
امام حسینؑ امین تیرز دوازمرکب
انداخت، یزیدیه عصر گزار دند
ویکدیگر مصافحه کردند بعداز
مغرب سرمبارک بریدند ویک
دیگر مبارکبادی کردند
.وچوں بانگ نماز مغرب گفتند
همه فرزندان حسینؑ درذیل
ایستاده بودند و یزیدیه نشسته
بودند لهذادر شنیدن بانگ نماز
مغرب ایستادن اولی است
ودرمغرب اول رکعت سه آیه
سوره فتح و دردوم اذاجاء خواند
ند ومغرب را یزیدیه آں روز
تاخیر کردند تا آنکه ستارگاں

جلوہ ششم...............عصر کے وقت عمر
و بن سعد نے امام حسینؑ کی شہرگ پر تیر مار کر
گھوڑے سے گرادیا۔ اس کے بعد
یزیدیوں نے نماز عصر پڑھی اور خوشی میں
ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور مغرب کے
بعد سر مبارک کو جدا کردے قتل حسینؑ کی
ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ جب
مغرب کی اذان دے رہے تھے تو اس وقت
تمام اولاد حسینؑ نیچے کھڑے ہوئے تھے اور
یزیدی بیٹھے ہوئے تھے اس لیے مغرب کی
اذان کے وقت کھڑا رہنا بہتر ہے اور
یزیدیوں نے اپنی ظاہری فتح پر مغرب کی
پہلی رکعت میں سورۂ فتح کی تین آیتیں
پڑھیں اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ
کے سورہ کو پڑھا اور اس دن یزیدیوں نے
مغرب کی نماز کو اتنی دیر میں پڑھی کہ
ستارے نکل آئے تھے۔

ظاہر شدند وباخون مبارک
سرمہ کردند این ہنوز درشامیان
شوم ازشعار ایشان شدہ استومارا
این ہمہ مکروہ است فی
التشریح یستحب تعجیل
المغرب لان تاخیر ھا مکروہ لان
تشبیھة بالیزیدیہ لانھم یصلون
المغرب بتاخیرھا وایضافی
التشریح فی باب الحادی
والثمانین فی المصافحہ قال
الشیخ الامام ابو القاسم ویکرہ
المصافحہ بعد العصر والمغرب
وکذلک الاکتحال فی یوم
عاشوراء لان ذلک صارمنھب
الیزیدیہ وسنتھم ولانہ یودی الی
الاتھام بھم. وفی دستور الحقائق
اختلفوا فی الاکتحال یوم
عاشوراء قال بعضھم انہ
مکروہ وبہ افتی اکثر مشائخنا

اور ان ملعونوں نے امام مظلوم کے خون مبارک سے آنکھوں میں سرمہ لگایا اور یہ چیز اب تک شامیوں کے شعار میں داخل ہوگئی ہے لیکن ہم لوگوں کے لیے یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے بچنا چاہیے تشریح میں ہے کہ مغرب کی نماز کو جلد پڑھنا چاہیے تاخیر کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ تاخیر کرنے میں یزیدیوں کی مشابہت ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے روز قتل مغرب کی نماز دیر میں پڑھی تھی۔
اور اسی کتاب کے اکاسویں باب میں جو مصافحہ کے بارے میں ہے لکھا ہے کہ شیخ جلیل امام ابوالقاسم کا قول ہے کہ مغرب وعصر کے درمیان میں مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسی طرح دسویں محرم کو سرمہ لگانا بھی مکروہ ہے اس لیے کہ یہ یزیدیوں کی سنت اور مذہب ہے اور اس لیے بھی ممانعت ہے کہ اس پر عمل کرنے کی وجہ سے (یزیدی) ہونے کا اتہام لگ سکتا ہے۔ دستور الحقائق میں ہے کہ دسویں محرم کے دن سرمہ لگانے کے بارے میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اور اکثر ہمارے مشائخ نے یہی فتویٰ دیا ہے۔

قال الشيخ احمد ابو القاسم لان الحسين بن علی لما قتل اكتحل يوم عاشوراء قاتله شمر اللعين بدمه للفرح فاكتحل كل الجيش ثم اذا اتوا براسه الی عبيدالله بن زياد اكتحل ابن زياد الملعون مع دمه او بالا ثمد ليقر عينه وينظر الی الحسين القتيل ثم اذا اتوا براسه الی يزيد بن معاوية اكتحل بدمه المغسول للفرح ثم الاكتحال فی يوم عاشوراء صار شعاراً فيهم وصار مذهبم والا شتباه بشعارهم مكروه فی المذاهب كلها وقال بعضهم انه بدعة ابتدعه اليزيديه وقال بعضهم انه مندوب لان النبی فعل ذلک وقيل من قال

شیخ احمد ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے کی ممانعت اس لیے ہے کہ جب امام حسینؓ شہید ہوگئے تو حضرت کے قاتل شمر ملعون نے مارے خوشی کے حضرت کے خون سے سرمہ لگایا۔ اس کے بعد تمام فوج نے خونِ حسینؓ کا سرمہ لگایا۔ اس کے بعد سرمبارک کو لے کر عبداللہ بن زیاد کے پاس آئے تو اس نے بھی حضرت کے خون سے سرمہ لگایا یا اثمد کا سرمہ لگایا تا کہ آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور حسین مظلومؓ کو انھیں منحوس نگاہوں سے دیکھے۔ اس کے بعد جب یزید کے پاس دربار میں سر پیش کیا گیا تو اس ملعون نے اثمد کا سرمہ لگایا بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت کے سرمبارک کو غسل دیا گیا اور خون ملے ہوئے آب مغسول سے اس شقی نے سرمہ لگایا۔ اس کے بعد عاشور کے دن سرمہ لگانا یزیدیوں کا طریقہ اور مذہب ہوگیا۔ اور یزیدیوں کے طریقہ کیساتھ اشتباہ تمام مذاہبوں میں مکروہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عاشور کے دن سرمہ لگانا ایک ایسی بدعت ہے جس کو یزیدیوں نے ایجاد کیا۔

ان النبی فعل ذلک فهو غیر صحیح وفی الصراط المسقیم الا کتحال یوم عاشوراء بدعة ابتدعه قوم یزید بن معاویه فی یوم قتل الحسینؑ وفی القنیه وفتاوی المطلوب یکره الکحل یوم عاشوراء لان یزید بن معاویه اکتحل بدم الحسین وقیل بالا ثمدلیقر عینه بقتله وقیل الا کتحال یوم عاشوراء سنة ولما صار علامة المبغضی اهل البیت وجب ترکه . فی روضة العلماء الا کتحال فی یوم عاشوراء لا یجوزو احتجو وقالو الان الحسین قتل یو م عاشوراء واکتحل یزید بن معاویة بدمه وقال بعضهم

بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اس لیے کہ پیغمبرؐ نے لگایا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں غلط ہے۔ صراط مستقیم میں بھی ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا یزیدیوں کی ایجاد اور بدعت ہے۔ جنھوں نے خون حسین سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری کتابوں میں بھی یہی ہے کہ صحیح فتویٰ یہی ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا مکروہ ہے اس لیے کہ یزید نے خون حسینؑ سے سرمہ لگایا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ سرمۂ اثمدی لگایا تھا تا کہ حضرت کے شہید ہونے کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا پہلے سنت تھا لیکن جب عاشور محرمؑ کے دن سرمہ لگانا دشمنان اہلبیت کی علامت ہوگئی تو اس کا ترک کرنا واجب ہوگیا۔ روضۃ العلماء میں ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا نہیں جائز ہے اس لیے کہ جب امام شہید ہوگئے تو اس خوشی میں یزید نے حضرت کے خون سے سرمہ لگایا تھا۔

بالائمه لیقر عینه وینظر الی
الحسین القتیل فکر هوابهذا
.ونیز خدمت سیدا السادات سید
جلال الحق والدین البخاری
وسادات دیگر که علماء کبار و
ابرار بودند درهر عصر ودیارے
منع فرمودند بلکه هر که سرمه
سیاه کرده می آید چشم اومی
شویا نندے پس اکتحال
عاشوراکردن نشاید هدایة السعد
اء قلمی صفحه ۳۲۰،۳۲۱
در کتبخانه فردوس مآب)

بعض کہتے ہیں کہ سرمہ اثمدی کو لگایا تھا تا کہ
آنکھوں میں ٹھنڈک ہو۔ اور منحوس آنکھوں
سے حضرت (کے سرکو) دیکھے اس کے علاوہ
مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الحق
والدین بخاری اور دوسرے سادات کرام جو
اپنے اپنے شہروں اور زمانے میں زبردست
علماء اور نیکوکار تھے یہ لوگ بھی عاشور کے دن
سرمہ لگانے کو منع فرماتے تھے بلکہ اگر کوئی
سرمہ لگا کر آتا تھا تو اس کی آنکھوں کو
دھلا ڈالتے تھے۔ اس لیے دسویں محرم کو
سرمہ نہ لگانا چاہیے۔

واقعہ کربلا پر گریہ وبکا کرنا باعث ثواب وموجب بخشائش ہے

(۱)

حضرت مولانا شاہ محمد حسن میاں صاحب ابن حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب حنفی قادری پھلواری اپنی مشہور تصنیف ''غم حسین'' میں تحریر فرماتے ہیں: (صفحہ ۲،۳)

سلامی چشم ہے رونے کو دل بکا کیلئے — زباں ہے وصف شہنشاہ کربلا کیلئے

عاشور محرم کا عشرہ عموماً ہم مسلمانوں کے غم والم کے دن ہیں۔ ناظرین کو تعجب ہوگا کہ ماہ محرم سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اور اسی میں رنج وغم؟ ہاں صاحبو اس کی ایک خاص اور تعجب خیز و دردانگیز وجہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ہی بعد خاص آپ کے اہل بیت اطہار کے ساتھ آپ ہی کی امت کے ہاتھوں ایسا دردناک اور دل سوز واقعہ پیش آیا جس سے بڑھ کر ہم مسلمانوں کے لیے دنیا میں کوئی مصیبت کوئی صدمہ کوئی واقعہ نہیں ہوسکتا۔

کون سا واقعہ؟ وہ جس کے ہیرو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے، علی

مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لخت جگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کے نور دیدہ حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے قوت بازو سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام ہیں۔ کون سا واقعہ؟ مظلوم جگر گوشہ رسول الثقلین سیدنا امیر المومنین امام حسین رضی اللہ عنہ کا اپنے تمام کنبے کے لوگوں اور یار و انصار کے ساتھ وطن سے دور دشت کربلا میں تین دن بھوکے پیاسے بڑے ظلم وستم سے قتل کیے جانا صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں۔

صاحبو! اس جانکاہ صدمہ سے بڑھ کر کوئی غم والم ہم مسلمانوں کے لیے ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاص کر جب ماہ محرم آتا ہے تو یہ دل سوز واقعات ہمارے پیش نظر ہو کر ہمیں مغموم ومحزون کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سر تا سر مصیبت کے واقعہ کو تیرہ سو برس ہوتے ہیں مگر آج بھی جس گھڑی یہ درد انگیز داستان یاد آجاتی ہے یا بیان کی جاتی ہے تو خواہ مخواہ جی بھر آتا ہے۔ دل کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ آنکھیں بہ چلتی ہیں دل کانپ اٹھتا ہے اور کیوں نہ ہو؟ واقعہ ہی ایسا ہے جس کے سننے سے دل قابو میں رکھنے کا تحمل باقی نہیں رہتا۔ پھر صفحہ ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

اور مروی ہے (راحت القلوب) کہ جب حضور نے جبرئیل امین سے سانحہ قیامت خیز کی خبر سنی تو پوچھا ہے کہ اے امین اللہ یہ تو کہو کہ اس دن میں ہوگا؟ جبرئیل نے عرض کیا ''نہیں'' سرکار نے پوچھا علی مرتضیٰ اس دن زندہ ہوں گے؟ عرض کیا کہ اس دن بھی نہ ہوں گے آپ نے پوچھا ''فاطمہ''؟ جبرئیل نے کہا کہ اس دن وہ بھی نہ ہوں گی

حضور روئے اور فرمایا اے اخی جبرئیل جب ہم لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہوگا تو پھر ان غریبوں کا ماتم اور ان کی تعزیت کون کریگا؟ آہ ان کو روئے گا کون؟ جبرئیل امین نے فرمایا رسول اللہ یہ وہ واقعہ ہوگا کہ آپ کی امت کے لوگ قیامت تک ان مظلوموں کو روئیں گے اور اس دن (یوم شہادت) آہوان دشتی (ان کے غم میں) اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلائیں گے۔ پھر صفحہ ۶۶ سے صفحہ ۷۰ تک یوں تحریر فرماتے ہیں:-

مسلمانو! یہ دردانگیز داستان ہے کہ سخت سے سخت دل کیوں نہ ہو اس واقعہ کو سن کر ضرور بے چین ہو جاتا ہے اور دو چار قطرے بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور یاد رکھیے کہ سید الشہداء پر رونا کسی طرح ضائع نہیں ہو سکتا۔ ملا مبین لکھنویؒ نے اپنی کتاب (وسیلہ النجاۃ) میں مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث نقل کی ہے" جو آنکھیں امام حسین کو روتی ہیں وہ جنت میں اپنا ٹھکانا کر لیتی ہیں" غنیۃ الطالبین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی ہزار فرشتے مقرر کیے ہیں کہ وہ سید الشہداء کی ضریح مبارک پر رویا کرتے ہیں۔ اور ان کی شہادت پر حزن والم ظاہر کرتے ہیں۔

وسیلہ النجاۃ میں ایک حکایت لکھی ہے کہ عمر بن لیث کو جو سلاطین خراسان سے تھا اور بڑا پہلوان اور قوی دولت تھا۔ اور فوج کثیر رکھتا تھا۔ جبکہ وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے خواب میں بہت اچھے حال میں دیکھا پوچھا کہ تمہاری آمرزش و بخشائش کا کیا سبب ہوا؟ اس نے

کہا ایک دن میں ایک پہاڑ پر تھا اور اپنی بے شمار فوج کا ملاحظہ کر رہا تھا ان کی کثرت پر خوشی کے ساتھ اس وقت مجھے یہ حسرت ہوئی کہ کاش میں اپنی اس فوج کے ساتھ سید الشہداء کے محاربہ کے دن آپ کے پاس ہوتا تو امام کے دشمنوں میں دشمنوں سے خوب مقابلہ کرتا اور ان پلیدوں کو خوب مارتا کوٹتا بس اسی حسرت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھے جنت نصیب ہوئی (۱)۔

اور حضرت بابا فرید گنج شکر سے منقول ہے کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے ان کے سامنے امام والا مقام کی شہادت کا ذکر ہوا۔ وہ اس قدر روئے اور سر کو زمین سے دے مارا کہ سر پھٹ گیا اور انتقال فرما گئے۔ اسی رات کو لوگوں نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا انھوں نے فرمایا میں نے اہلبیت اطہار کی محبت میں اپنی جان دی تھی اس لیے خداوند تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہتا ہوں۔

ناظرین اگر ان حدیثوں کو جو مسند احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور غنیۃ الطالبین میں مروی ہیں ضعیف اور موضوع کہا جائے تو ان سے قطع نظر کیجیے۔ مگر امام مظلوم پر رونا سنت تو ضرور ہے اس سے تو انکار ہو نہیں سکتا۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جبرئیل امین نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام

---

(۱) یہ واقعہ اکثر تاریخوں میں ہے۔ چنانچہ منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی جلد اول صفحہ ۲۸۱ طبع کلکتہ میں بھی موجود ہے اور مولانا وارث علی صاحب حنفی نے بھی اپنی کتاب "حادثۂ کربلا" میں صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ لامع نور آگرہ ۱۳۲۱ھ میں نقل کیا ہے۔

والا مقام کی شہادت کی خبر دی تھی تو آپ انکی مصیبت کا خیال کر کے روئے تھے اور خوب روئے تھے اور ام سلمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خوابوں سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی گریہ وزاری اور پریشانی کا ثبوت ہے پھر کیونکر ہم مسلمان اس جانکاہ قصہ کو سن کر ضبط کر سکتے ہیں خواہ مخواہ محزون ومغموم ہونا ہی پڑتا ہے۔ عاشورے کا دن بالخصوص اس قیامت خیز واقعہ کو یاد دلا دیتا ہے۔ دنیا کے اور حصہ کے اہل اسلام پر اس دن کیا اثر ہوتا رہا ہے اس کو میں تفصیلی طور سے نہیں بتا سکتا مگر ہندوستان کے بزرگان اور اولیاء اللہ کے احوال پر نظر کرتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے یہ حضرات اس دن اظہار غم کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ عاشور کے دن اس واقعہ کا کچھ ذکر کر کے ''ہائے ہائے'' کا نعرہ کرتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور یہ بزرگان اس دن سادات کرام سے تعزیت وماتم پرسی کرتے تھے۔ اور علماء ومشائخین کی خدمت میں بھی تعزیت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری قدس اللہ سرہ کی بھی یہی حالت تھی جیسا کہ آپ کے ملفوظ ''مخ المعانی'' میں ہے۔

''روز عاشور اسعادت زمیں بوس حاصل شد. خلق شهر بیشتر حاضر بودند وجماعتے از سادات نیزبه بندگی موجود بودند حضرت مخدوم عظمه الله روئے مبارک برآں سیداں آورد وفرمود امروز تعزیت خاندان شمار است ماهمه طفیل شمائیم بعدازاں فرمود سبحان الله تعزیت

خاندان شماهمه راو اجب است انگاه گفت که همچنیں. گویند دراں روز که امیر المومنین حسین رضی الله عنه شهادت خواهند یافت شب آں برزگے فاطمه رضی الله عنهاردرز خواب دید که باجمله زنان انبیاد امن مبارک خود در کمر بسته در دشت کربلا در آمده است وهمان جاکه امیر المومنین حسین رضی الله عنه خواهند افتاد جاروب می وهند باآستین مبارک خود پاک می کند پرسید که خاتون روز قیامت ایں چه مقام است؟ گفت حسین غریب ماسرایں جاخواهد(۱) نهاد۔

انگاه گفت که نقل است که حضرت رسالت مآب صلی الله علیه والـه وسلم چوں ایں قصه ازجبرئیل شنید پرسید که چوں میان ماکسے نباشد تعزیت ایشاں که دارد گفت یارسول الله امتیان تو برائے فرزندان تو تعزیتها کنند وماتم دارند که صفت آں نتواں کرد"۔

اور حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی قدس اللہ سرہ کی یہ حالت تھی کہ محرم کا چاند دیکھ کر وہ بیقرار ہو جاتے تھے اور گریہ وزاری میں مصروف ہو جاتے تھے اور رسم عاشورا برپا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمام اکابر وسادات کا یہی طریقہ ہے اور ذکر مقتل پڑھتے تھے اور اس پر رونے کو ثواب فرماتے تھے۔

لطائف اشرفی میں ان کے احوال میں لکھا ہے:۔

(۱) یہ واقعہ ہدایۃ السعد او ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی میں بھی موجود ہے۔

کہ" رسم عزا پر پامی داشت چنانچہ لباس رعونت درتن عشرہ نمی پوشیدہ ندواسباب عیش و شادی ترک می کردند(۲)۔

اور حضرت شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پنڈوی قدس سرہ کے احوال میں بھی یہی لکھا ہے کہ دس دن محرم کے وہ برابر گریہ وزاری کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

" طرفہ دلے باشد کہ درماتم خاندان رسول و جگر گوشگان بتول نہ گرید و عزائے او ندارد سبحان اللہ چہ نیاز است ۔

کسے کہ درچنیں ماتم نہ گرید   دل آنکس مگر ازسنگ باشد

اور حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز، آپ بھی اس محرم میں گریہ وبکا میں مصروف رہتے تھے۔جیسا کہ آپ کے ملفوظات سے ظاہر ہے۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو ساتویں آٹھویں صدی اسلام میں گزرے ہیں۔ان کے بعد بھی برابر یہی دستور رہا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ احمد شیبانی قدس سرہ اور دیگر بزرگان کا بھی یہی دستور رہا ہے اور عاشور کے دن وہ لوگ کھانا سادات کے گھر لے جاتے تھے اور گریہ وزاری کرتے تھے۔اور شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے دیار اطراف دہلی میں یہ قدیم دستور ہے کہ عورتیں بروز عاشورا مجتمع ہو کر گھروں میں گریہ وزاری کرتی ہیں۔

---

(۲) لطائف اشرفی لطیفہ پنجاہ و یکم صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰ طبع نصرت المطابع دہلی۔

اور سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ پر بھی اس عشرہ محرم کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ الغرض یہ حزن والم محرم میں صوفیوں کے یہاں ہمیشہ سے معمولات سے ہے اور ہمارے خاندان میں تو اہلبیت کی محبت گھٹی میں پڑی ہے مجھے اپنے خاندان کے معمولات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ادنیٰ اثر اس کا یہ کہ میں یہ کتاب اسی داستان غم افزا و حادثہ روح گزا کے متعلق قوم کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور غم میں رونے اور رلانے کو ثواب عظیم جانتا ہوں اور عشرہ محرم میں ذکر اہل بیت کے سوا دوسرا ذکر نہیں کرتا ہوں جیسے کہ میرے حضرت قبلہ والد ماجد صاحب مدظلہ العالی (یعنی مولانا شاہ محمد سلیمان حنفی قادری چشتی سجادہ نشین پھلواری شریف) کا معمول ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے قبول کرے اور موالیان اہل بیت میں مشہور کرے۔ آمین۔

اللّٰھم صل علی نبینا محمد سید الثقلین مادمعت العیون علی الحسین

اے خدا تو اس وقت تک رحمت نازل کر ہمارے نبی محمد پر جو سردار ہیں جن وانس کے جب تک کہ آنکھیں امام حسینؑ پر روتی ہیں۔

(۲)

انیس الذاکرین مصنفہ مولانا مہدی علی حنفی صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ مظہر العجائب پریس مدراس میں ہے کہ ”جو حسینؑ پر رونے اور رلانے والا ہوگا۔ واجب ہوگی اس پر بہشت اور شاد و خرم ہوگا دونوں جہان میں“۔

(۳)

مولانا نصراللہ صاحب حنفی اپنی کتاب ''دہ مخزن'' میں لکھتے ہیں:-

''رونا اور غمگین ہونا شہادت اور اہل بیت پر موجب ثواب اور ترقی درجات اور باعث کفارہ سیئات اور علامت رحمت ودلیل شفقت ہے''۔

(۴)

تقریر الشہادتین مولانا وارث علی سیفی الحنفی میں صفحہ ۵۱ وصفحہ ۵۲ پر ہے۔

(طبع نول کشور پریس کان پور ۱۸۸۷ء)

یارو غم شبیرؑ میں تم اشک بہاؤ
اور نامہ اعمال سیہ کو بھی مٹاؤ
بزم غم شبیرؑ میں اخلاص سے آؤ
اور اجر تم اس رونے کا اللہ سے پاؤ
جو شخص کہ اس غم میں دل وجان سے رویا
وہ قبر میں آرام سے اور چین سے سویا
اس غم کا بڑا اجر احادیث میں آیا
جنات نے آنکھوں سے لہو اپنا بہایا

نوحہ بھی اسی غم میں خلائق کو سنایا
حیوانوں نے گریہ سے ہے اک شور مچایا
افلاک وزمیں آج تلک روتے ہیں دیکھو
اس غم سے ملک غرق الم ہوتے ہیں دیکھو
یہ غم وہ جس کہ سے لہو روتے ہیں پتھر
خوں جاری ہوا دیدۂ افلاک سے یکسر
شمس و قمر اہل فلک انجم و اختر
سب اس غم جانکاہ سے غم میں ہیں برابر
اس رنج سے عالم کا عجب رنگ ہوا ہے
جو شخص ہے اس غم سے وہ دلتنگ ہوا ہے
کس طرح بیاں کیجئے سبطین غم شبیرؑ
انساں میں تو ہرگز بھی نہیں طاقت تحریر
کچھ کام یہاں کرتی ہے تقریر نہ تحریر
یہ حق سے دعا مانگ کہ اے مالک تقدیر
میرا غم شبیرؑ سے معمور رہے دل
اس نور سے تاحشر یہ پرنور رہے دل

پھر صفحہ ۶۰ پر فرماتے ہیں:-

سنو بیان غم سبط مصطفیٰ روؤ
سنو بیان غم شاہ کربلا روؤ
یہ غم وہ ہے کہ فلک جس سے خون رویا ہے
تمہیں ضرور ہے اے صاحب عزا روؤ
رسول روئے ہیں اس غم سے مرتضیٰ روئے
بلند نالہ محزون کرو ذرا روؤ
وہ کون ہے کہ نہیں جس کا سینہ چاک ہوا
وہ کون دل ہے جو اس سے نہیں پھٹا روؤ
جو عمر نوح ملے رونے کو تو ہم روئیں
کہ یہ الم نہیں رکھتا ہے انتہا روؤ
جگر کو خوں کرو اس غم سے دل کو پارہ کرو
ہزار دل سے کرو گریہ و بکا روؤ
یہ غم وہ ہے کہ جگر فاطمہ کا چاک ہوا
وہ آج تک ہیں اسی غم میں مبتلا روؤ
جو ایک قطرہ بھی آنسو کا آنکھ سے نکلا
تو سمجھو ہوگئے مقبول کبریا روؤ

مصائب اہل حرم کے لکھوں میں کیا سیفی
بس اس قدر یہاں کرتا ہوں اکتفا روؤ

صفحہ ۷۸ پر ہے:-

اس غم سے ہوا قلم جگر چاک
کرتے ہیں جگر کو سب بشر چاک
اس غم سے آسمان رویا
اس غم سے ہے سب جہان رویا
ہے کون جسے یہ غم نہیں ہے
حسنین کا غم یہ کم نہیں ہے
اس غم سے ملائکہ ہیں مضطر
جنات ہیں اس سے خاک برسر
یہ غم تو ہے سب جگہ سمایا
اس غم نے مقام سب میں پایا
محزون اس غم سے ہیں بہائم
کرتے ہیں غم حسین دائم
جس کو یہ غم والم نہیں ہے
حیوانوں سے بس وہ کم نہیں ہے

راحت جس کو ہو اپنی منظور
اس غم کو کرے نہ ایک دم دور
اس غم سے جو چور چور ہوگا
عقبیٰ میں اسے سرور ہوگا
تم کو لازم ہے اے عزیزو
اس غم سے جدا نہ ایک دم ہو
حسنینؑ کا غم نہیں خوشی ہے
عقبیٰ کے غموں سے مخلصی ہے
اللہ نے کی جسے ہدایت
ہے اس کے نصیب یہ سعادت
جب تک رہے تن میں جان سیفیؔ
یہ غم رہے میہمان سیفیؔ

صفحہ ۹۷ پر فرماتے ہیں:-

یہ حدیثیں مستند ہیں ان کو اے یارو سنو!
دل کو اپنے تم غم حسنین سے محزوں کرو
یہ بیاں وہ ہے سنا جس نے نہ آئی اسکو تاب
فرط غم سے ہوگیا سینہ جگر اسکا کباب

پتھروں کا دل بھی اس مضمون سے پانی ہوا
جو غم حسنین میں رویا وہ لاثانی ہوا
گر غم شبیر اپنی قبر میں لے جاؤ گے
بعد مرنے کے مزا رونے کا اپنے پاؤ گے
جیتے جی دنیا میں اس غم سے رہیگا جو ملول
ہاتھ میں محشر کو ہوگا دامن آل رسولؐ

☆☆☆

مولانا کی دو رباعیاں بھی قابل ملاحظہ ہیں صفحہ ۶۰:-

رباعی

شبیرؑ کے غم میں جو نہ رویا ہوگا
سب عمر کو اس نے مفت کھویا ہوگا
اس غم سے جو محزوں نہ ہوا دنیا میں
وہ قبر میں چین سے نہ سویا ہوگا

رباعی

شبیرؑ کا غم نہیں ہے عین سرور
دنیا کے غم والم کردیتا ہے دور
روؤ اس غم میں جب تلک جیتے رہو
مرنے کے بعد ہے جو ہنسا منظور

(۵)

مولانا محمد نعیم صاحب امام جامع مسجد سیتاپور اپنے رسالہ ''شہادت حسینؑ'' کے صفحہ ۴ پر تحریر فرماتے ہیں:-

" اے گدایان کوچہ محمدی اور اے فدایان روئے احمدی۔ جانو اور آگاہ ہو کہ ذکر کرنا رسول مقبول اور اولاد بتول اور صحابہ مقبول کا باعث حسنات اور موجب برکات ہے اور ایسے نبی کا ذکر جس نے ہم گنہگاروں کو دوزخ سے بچایا اور اپنی شفاعت کا امیدوار بنایا بہرحال وسیلہ نجات ہے علی الخصوص شہزادہ کونین حضرت امام حسینؑ کی محبت باعث حصول حاجات دنیا اور موجب درجات عقبیٰ ہے۔ خوشا حال ان مسلمانوں کا جو آپ کا حال سن کر اشک غم آنکھوں سے بہائیں اور شب وروز آپ کے نام پر جان ومال لٹائیں۔ بعض

حضرات سیدنا امام حسینؑ پر رونے پر بڑی ناراضگی و خفگی کا اظہار کرتے اور لکھتے ہیں اور بڑا اعتراض کرتے ہیں کہ غم حسینؑ پر رونا اور آنسو بہانا اور بکا کرنا اور صدمہ سے آہ یا ہائے وائے کرنا بے صبری اور حرام و ممنوع ہے اور اس صدمہ میں فرط محبت اور کثرتِ غم سے مرجانا یا جان بحق تسلیم ہونا خودکشی ہے ان لوگوں کا یہ قول تو میری سمجھ میں نہیں آتا ہے اس لیے کہ علمائے کرام و صوفیاء عظام وا کابر امت و محقق اہل سنت برابر اس واقعہ پر روتے چلے آئے ہیں اور اس کو سعادت و ثواب جانتے ہیں۔

اسی طرح ''گریہ'' امام پر روایات صحیحہ سے استدلال کرتے ہوئے مولانا ارشاد فرماتے ہیں:۔

''ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ رونا حرام اور نادرست نہیں ہے تو پھر حضرت امام حسینؑ کے غم میں آنسو بہانا اور گریہ کرنا کیوں حرام و ممنوع ہوگا شیعہ سنی علماء متفق طور پر اس مظلومانہ شہادت پر آنسو بہاتے ہیں۔''

(شہادت حسینؑ صفحہ ۵ طبع یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ)

(۶)

مولانا مفتی محمد اکرام الدین صاحب نبیرۂ مولانا شاہ عبدالحق صاحب دہلوی اپنی کتاب ''سعادت الکونین فی فضائل الحسنینؑ'' کے صفحات ۱۳۳ تا الغایہ ۱۳۷ میں بسلسلہ جواز گریہ و مرثیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"واضح ہو کہ اس قسم کے مرثیے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان کا کہنا اور پڑھنا بالا تفاق جائز ہے کچھ مضائقہ کی بات نہیں۔ غنیۃ الطالبین میں جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر جس دن کہ وہ شہید ہوئے ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے اور اس دن سے برابر گریہ کرتے ہیں اور قیام قیامت تک یوں ہی کرتے رہیں گے۔ غنیۃ الطالبین کی دوسری روایت میں حمزہ نامی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ امام حسین کی قبر پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ پس روایت بالا سے ثابت ہوا کہ اس طرح کا رونا اور مرثیہ پڑھنا جائز ہے۔ محب اہل بیت کو مناسب ہے کہ کتب معتبرہ سے آپ کے اقوال دریافت کر کے حزن والم میں دو چار گھڑی دیدہ تر کرے۔ ہاں بے اختیار گریہ کا غلبہ موجب ثواب ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ فرقۂ ناصبیہ متعصب کی مزخرفات بدعتوں سے جو اہل بیت کرام سے سخت دشمنی رکھتے ہیں اور سید مظلوم امام مغموم کی شہادت کے دن عید جیسی خوشیاں مناتے ہیں پرحذر رہے اس دن زینت وآرائش جیسے بالوں پر خضاب کرنا، سرمہ لگانا، نئے کپڑے پہننا پر تکلف کھانے عید کے دن کی طرح پکا کر گھر گھر تقسیم کرنے سے پرہیز کرے"۔

(سعادت الکونین فی فضائل الحسنین صفحہ ۱۳۳ تا صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ افضل المطابع دہلی ۱۳۱۱ ہجری)

(۷)

مولانا حافظ مفتی محمد ہادی علی خاں صاحب حنفی لکھنوء نے ''دہ مجلس شہادت'' تصنیف فرمایا ہے جو ۱۹۱۳ء میں باہتمام مولانا محمد برکت اللہ صاحب فرنگی محلی مطبع انصاری فرنگی محل لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے اس میں مولانا بہ سلسلہ شہادت امام حسنؑ تحریر کرتے ہیں:

''اور محمد بن اسحاق نے بسند لکھا ہے کہ (بعد شہادت امام حسنؑ) سب مرد اور عورتیں سات دن تک نوحہ کرتی رہیں۔ اور ہاشمیہ عورتوں نے ایک ماہ کامل آپ پر نوحہ کیا اور ایک سال سوگ رکھا یعنی زینت کو ترک کردیا'' چونکہ یہ امور محبت پر متضمن ہیں اور محبت اہل کساء کی فرض عین ہے اور سبب حصول قرب خدا ہے اس وجہ سے ان کے لیے ایسے امور جائز ہیں۔ ماوشما کے واسطے نادرست ہیں اس وجہ سے کہ ماوشما کی محبت اللہ سے جدا کرتی ہے۔''

(مجلس دوم صفحہ ۴۳)

مولانا کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محبان خاندان رسالت کا غم اہل بیت میں ترک زینت کرنا، نوحہ کرنا اور سادات و مومنات کا سوگ رکھنا یہ سب امور جائز ہیں بلکہ علامت محبت و مودت ہے۔

اسی طرح مولانائے موصوف مجلس سوم کے صفحہ ۸ پر بسلسلہ جواز گریہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس وقت تک مقتل امام مظلوم کی خاک کے دانہائے تسبیح۔ بنے ہوئے بعض

جاموجود ہیں آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہشتم ماہ محرم سے ان میں سرخی (۱) پیدا ہوتی ہے اور یوم عاشورا کو کہ آل عبا کی مصیبت کا دن ہے دوپہر تک سرخی ان میں بڑھتی ہے اور دانے مثل مونگے کے ہوجاتے ہیں اور بعد زوال آفتاب سرخی کم ہونے لگتی ہے بتدریج پھر اپنے اصلی رنگت پر آجاتی ہے یہ ایک جلی کرامت ہے امام عرش مقام کی اور کھلی دلیل ہے۔ امام علیہ السلام کی شہادت جبریہ پر اور جب اس مصیبت کے دنوں کے عود کرنے پر مٹی پر کہ جو ایک جماد ہے بسبب تعلق امام علیہ السلام یہ اثر غم پیدا ہوتا ہے تو وہ انسان جن کو تعلق غلامی اور ارادت و محبت مولائے مظلوم کے ساتھ ہے ایام عزا میں ان کے دلوں میں کیوں نہ غم و درد تازہ ہو اور ان ایام کو کیوں نہ ایام غم و مصیبت سمجھیں۔

---

(۱) اس قسم کی تسبیحیں ہندوستان میں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ علاوہ بنارس، امروہہ وغیرہ کے ایسی دو تسبیحیں پٹیالہ کے قریب سامانہ میں بھی ہیں۔ چنانچہ مورخہ اٹھائیس ۲۸ مارچ ۱۹۳۷ء کے اخبار "سٹیٹسمین" کے سنڈے اڈیشن میں ان تسبیحوں کی تفصیلات شائع ہوئی ہے اس مضمون کا عنوان یہ ہے۔ "معجزنما تسبیحیں" یہ مضمون انگریزی میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

"پٹیالہ کے قریب موضع سامانہ میں چند تعجب انگیز تسبیحیں ہیں جو ہر سال عشرۂ محرم کے دن بارہ اور چار بجے کے درمیان یعنی مابین الظہر و عصر مثل خون کے سرخ ہو جاتی ہیں۔ یہ تسبیحیں خاک کربلا کی ہیں جہاں امام حسین علیہ السلام شہید دفن ہوئے ہیں۔ ان میں کی ایک تسبیح ایک نائی کے پاس ہے۔ اس میں سو۱۰۰ دانے ہیں جس کا اصلی رنگ بھورا ہے۔ لیکن یہ اپنا اصلی رنگ بدل دیتی ہے اور دانے مثل خون کے سرخ ہو جاتے ہیں۔ بقیہ دو تسبیحیں ایک دوسرے شخص کے پاس ہیں جو وہیں کا رہنے والا ہے جن میں سے ایک تسبیح کے بہتر دانے اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور دوسری تسبیح کے بیس ۲۰ یا بائیس ۲۲ دانے سرخ ہو جاتے ہیں ان کے دانے اصل میں ہلکے سبز رنگ کے ہیں لیکن رنگ بدلنے کے بعد ان کا رنگ بالکل خون کے ایسا ہو جاتا ہے۔ معتقدین کی ایک بہت بڑی تعداد ان کی ہر سال زیارت کرتی ہے اور لوگوں نے تحقیق کرنے کے بعد اس کی شہادت دی ہے کہ اس میں واقعیت کو دخل ہے۔

The Sunday Statesman,Vol.5.No.156
Delhi Sunday March 28,1937,P.14.Cd:6

کیا مزے کا غم ہے غم شبیر کا
ہے نتیجہ جس کا راحت بعد مرگ

اور مصیبت آل عبا خصوصا مصائب سید الشہداء پر مغموم ہونا اور گریہ کرنا سنت جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے کہ سید عالم نے جب خبر مصائب اہل بیت کی دی ہے مغموم ہوئے ہیں اور گریہ بھی فرمایا ہے۔"

پھر اسی مجلس میں صفحہ ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب مصائب خامس آل عبا سید الشہداء علیہ السلام سے آسمان وزمین میں حزن وغم کا اثر پہنچا اور وہ خون روئے تو ہم اہل اسلام جو مامور ہیں اہل بیت نبوت کے ساتھ محبت کے کیوں نہ مغموم ہوں اور نہ روئیں مصائب ابن رسول اللہ پر اور رونا مجرد اپنے اقربا اور احباب پر بھی تو شرعا ناجائز نہیں ہے............اور نیز محبت اہل بیت نبوت عین محبت نبیؐ ہے اور محبت رسول عین ایمان ہے اور گریہ ان کے مصائب پر کھلی ہوئی علامت ہے ان کی محبت کی پس گریہ اس غم میں علامت ایمان ہوا پھر کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے بلکہ رونے والا ضرور مستحق اجر ہے۔"

پھر اسی صفحہ ۱۳ پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

"پس جو شخص مصائب ابن رسول اللہ پر کہ پارۂ جگر نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں گریہ کرے گا کیسا کچھ باعث رضامندی رسول اکرم صلعم ہوگا اور ذکر جناب سید

الشہداء خواہ ذکر فضائل وکمالات ہو خواہ ذکر مصائب ہو بیشک عبادت ہے اور منافع کثیرہ کو شامل ہے۔"

اس کے بعد صفحہ ۱۵ اور ۱۶ پر مولانا تحریر فرماتے ہیں:-

"......................جب ذکر اولیاء اللہ میں یہ منافع ہیں تو امام عرش مقام کہ سید اولیاء ہیں ان کے ذکر میں کیا کچھ منافع ہوں گے اور اگر ذکر امام نظم ہو بشرطیکہ روایات صحیحہ ہوں اور مبالغہ شاعری سے کہ وہ کھلا ہوا کذب ہے اور بہتان ہے خالی ہو کچھ مضائقہ نہیں ہے اس لیے کہ صحابہ اور اہل بیت نے فراق جناب رسالتماب میں اشعار پر درد موزوں کیے ہیں اور اسی کا نام مرثیہ رکھا ہے۔ اور مصائب امام کا یاد کرنا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا باعث اجر ہے۔ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں کہ مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں بسند فاطمہ بنت حسین یعنی امام علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ صغرا سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ جو کوئی مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہو پھر اپنی مصیبت کو یاد کرے اگرچہ اس کو بہت مدت گزر چکی ہو پھر از سر نو اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو اللہ تعالی اس کو اجر دے گا اس کے اس اجر کے برابر جس روز اس پر مصیبت پڑی تھی۔ ابن تیمیہ بعد بیان روایت لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا اس حدیث کو روایت کرنا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغرا کا جو امام علیہ السلام کی شہادت میں حاضر نہ

تھیں اس حدیث کو بیان کرنا یہ بات سمجھاتا ہے کہ امام مظلوم علیہ السلام کی مصیبت کو یاد کرنا چاہئے اگرچہ اس کو بہت زمانہ گزر گیا ہو اور انا للہ الیہ راجعون پڑھنا چاہئے۔ ابن تیمیہ نے یہ اس واسطے لکھا ہے کہ یہ مصیبت چونکہ آنحضرت کے پارہ ہائے جگر پر ہے پس درحقیقت حضور کی ذات اقدس پر ہے اور ہمارے آقا پر اور آقازادوں پر یہ مصیبت ہے تو فی الواقع ہم لوگوں پر بھی ہے موافق حدیث شریف کے ہم کو یاد کرنا چاہیے۔''

(۸)

کتاب وسیلۃ النجاۃ ملا مبین فرنگی محلی کے صفحہ ۳۰۵ میں ہے۔

(مطبوعہ مطبع گلشن فیض لکھنؤ ۱۳۱۳ ہجری)

وفی مسند احمد بن حنبل من دمعت عیناہ بقتل الحسین دمعۃ و قطرت قطرۃ بواہ الجنۃ۔	مسند(۱) امام احمد بن حنبل میں ہے کہ جو شخص امام حسینؑ پر آنسو بہائے یا صرف ایک قطرہ ٹپکے تو خداوند عالم اس کو جنت عطا کرے گا۔

(۱) اس روایت کے متعلق مسند امام احمد بن حنبل کے حوالے متعدد کتابوں میں ملتے ہیں۔ مگر مسند کے مطبوعہ نسخہ میں اس کا وجود نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ قدیم قلمی نسخوں میں موجود ہو اور بوقت طبع کار پردازان اشاعت کی دست برد سے حذف ہو گئی ہو۔

(۹)

علامہ ابوبکر بن شہاب الدین الحضرمی اپنی کتاب رشفۃ الصاوی من بحر فضائل بنی النبی الہادی (مطبوعہ مطبع اعلامیہ قاہرہ مصر ۱۲۵۳ ہجری کے صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں۔

وعن الحسین بن علی رضی اللہ عنهما قال من دمعت عيناه قطرة اتاه الله وفی رواية بواه الله الجنة اخرجه احمد فی المناقب۔	امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری مصیبت پر آنسو بہائے یا آنکھوں سے ایک قطرہ ٹپکائے خدا اس کو جنت کرامت کرتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد حنبل نے کتاب المناقب میں درج کیا ہے۔

(۱۰)

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف ملا علی قاری جلد ۵ صفحہ ۶۰۴۔ (مطبوعہ میمنہ مصر ۱۳۰۹ ہجری میں ہے:-

اخرج احمد فی المناقب عن الربيع بن منذر عن ابيه قال كان حسن بن علی يقول من دمعت عيناه فينا دمعة اوقطرة عيناه فينا قطرة اتاه الله عزوجل الجنة۔	امام احمد بن حنبل مناقب میں اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام حسنؑ نے فرمایا کہ جو شخص ہم پر آنسو بہائے یا ایک قطرہ بھی آنسو کا نکلے تو خداوند عالم اس کو جنت عطا کریگا۔

اس حدیث کو علامہ حافظ محب الدین الطبری نے اپنی کتاب ''ذخائر العقبیٰ فی مودۃ اھل القربیٰ '' میں ذیل عنوان ''من توجع لاھل البیت رضی اللہ عنہ '' درج کیا ہے۔ اور علامہ محمد سخاوی تلمیذ عسقلانی نے اپنی کتاب '' الاستجلاب ارتقا الغرف بحب اقربا الرسول ذوی الشرف '' میں اور علامہ محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری المدنی نے اپنی کتاب ''الصراط السوی فی مناقب آل النبی المصطفی '' میں اور علامہ ابوعطا حسن الزمان الترکمانی حیدرآبادی نے بھی اپنی کتاب ''ماتم الثقلین فی شہادۃ علی والحسنین '' میں روایت کیا ہے اور ہر ایک نے مناقب احمد بن حنبل سے اخراج کیا ہے۔

(۱۱)

شیخ الاسلام قسطنطنیہ الشیخ سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ جلد دوم میں ایک خاص باب فضائل گریہ کے متعلق قرار دیتے ہیں:۔

(الباب الثانی والستون) وذکر الاحادیث الواردۃ علی کثرۃ ثواب من بکی علی الحسین واھل بیتہ۔

(باب باسٹھواں) ان احادیث کے ذکر میں جو امام حسین واہل بیت پر گریہ وبکا کرنے والوں کے کثرت ثواب کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

ینابیع المودۃ جلد دوم صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۳۰۲ھ میں ہے:۔

(الف) عن الباقر علیه السلام قال كان ابی علی بن الحسین علیهما السلام بقول أیمامومن دمعت عیناه بقتل الحسین دمعة حتی یسیل علیٰ خدیّة بواه اللّٰه الجنة غرفا وأیما مومن دمعت عیناه دمعاحتی یسیل علی خدیه لاذی مسنا من عدونابواه الله مبوء صدق وأیما مومن مسه اذی فینا فدمعت عیناه حتیٰ یسیل دمعه علی خدیه من مضاضة ما اوذی فینا صرف الله عن وجهه الا ذی وامنه یوم القیمة من سخطه ومن النار۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مومن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں شہادت امام حسینؑ پر اور رخسار پر بہ آویں تو خداوند عالم اس کے عوض اس کو جنت میں ایک غرفہ عطا فرماتا ہے اور جس مومن کے آنسو جاری ہوں اور رخسار پر بہ آویں ہماری مصیبتوں کے اوپر جو ہمارے دشمنوں سے ہم پر پہونچے ہیں تو خدا اس کو منزل صدق کرامت کرتا ہے اور جو شخص ہماری ان مصیبتوں جو ہمکو دشمنوں سے پہونچی ہیں آنسو بہائے اور ایک قطرہ اشک بھی رخسارے تک پہونچے تو خداوند عالم اذیت کو اس سے برطرف کریگا اور قیامت کے دن اس کو اپنے غضب اور عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

(ب) عن جعفر الصادق علیه السلام قال من ذکرنا او ذکرنا عنده فخرج من عینیه دمع مثل جناح بعوضة غفر الله ذنوبه ولو کانت مثل زبد البحر۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری مصیبتوں کا ذکر کرے یا اس کے سامنے بیان کیا جائے پس اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے اگرچہ وہ پرپشہ کے برابر تو خداوند عالم (اپنے لطف وکرم سے) اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اگرچہ وہ گناہ سمندر کے جھاگ کے ہوں۔

(۱۲)

مودة القربیٰ سید علی الہمدانی ''المودة الحادیہ عشر فی فضائل فاطمۃ الزہرا'' صفحہ ۳۸ مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۰ ہجری میں ہے۔

عن علی علیه السلام عن رسول الله صلعم قال اذاکان یوم القیامة نادی منادی من بطنان العرش یا اهل القیامة اغمضو ابصار کم لتجوز فاطمه بنت محمد مع قمیض مخضوب بدم الحسین فتحتوی علی ساق العرش

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل قیامت اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ فاطمہ بنت محمد مع حسینؑ کے خون آلود کرتے کے عرصہ قیامت سے گزر جاویں پس فاطمہ عرش کے پایہ کو پکڑلیں گی اور فریاد کریں گیں

فتقول انت العادل اقض بینی وبین من قتل ولدی فیقضی الله لبنتی ورب الکعبة ثم تقول اللّٰھم اشفعنی فیمن بکی علی مصیبة فیشفعها الله فیھم (۱)۔

کہ اے جبار! اے عادل! میرے اور میرے فرزند حسینؑ کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ کر اس پر خداوند عالم میری بیٹی کے موافق فیصلہ فرمائے گا پھر فاطمہ درگاہ رب العزت میں عرض کریں گی۔ خداوند ان لوگوں کے حق میں جو میرے فرزند حسینؑ کی مصیبت پر روتے تھے میری شفاعت قبول فرما اس وقت خداوند عالم فاطمہ کی شفاعت قبول کریگا اور حسینؑ پہ گریہ وزاری کرنے والے بخش دیے جائیں گے۔

(۱۴)

نور العین فی مشہد الحسین تالیف امام ابو اسحاق اسفرائینی صفحہ ۱۰۰ (مطبوعہ بمبئی) آخر کتاب میں فضیلت گریہ میں حدیث منقول ہے:۔

قال الصادق ان شھر المحرم کانت الجاھلیة یحرمون فیه القتال فاستحلت فیه دمائنا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ماہ محرم میں جاہلیت کے زمانہ میں کفار بھی جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے لیکن (مسلمانوں نے)

(۱) یہ حدیث شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب "ہدایۃ السعداء" میں بھی ہے۔

وانتهب مالنا وتهتكت فيه حريمنا ولم يبق فيه حرمة لنا ان يوم عاشوراء اخرق قلوبنا واسبل دموعنا ارض کربلا اورثنا الکروب والبلاء فعلی مثل الحسین فلیبک الباکون فان البکاء علیه یمحی الذنوب ایها المومنون -

اس ماہ حرام میں ہمارے خون کو حلال کردیا ہمارے مال کو لوٹ لیا۔ ہماری حرمت کو برباد کیا۔ ہماری کوئی حرمت نہیں کی گئی۔ عاشور محرم کو ہمارے قلوب غم سے جلتے ہیں آنسو جاری ہو جاتے ہیں کربلا کی زمین کرب ومصیبت کو ہمیں ورثہ میں دیا ہے۔ رونے والوں کو چاہیے کہ حسین پر روئیں اس لیے کہ حسین پر رونا گناہوں کو مٹاتا ہے۔

(۱۴)

روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی صفحہ ۵-۶ (مطبوعہ نول کشور پریس کانپور ۱۸۹۱ء میں ہے:-

(الف) وگریہ دریں ماتم موجب حصول رضائے ربانی وسبب حصول بریاض جاودانی است چنانچہ در آثار آمدہ کہ من بکی علی الحسین اوتباکی وجبت له الجنة یعنی ہر

حسینؑ کے غم میں گریہ کرنا خدا کی رضا حاصل کرنے اور جنت میں پہونچنے کا سبب ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو شخص امام حسینؑ پر روئے یا رونے والوں کی شکل بنائے اس پر جنت واجب ہوتی ہے اس لیے کہ رونے والوں کی شکل بنانے سے اس حکم میں داخل ہوتا ہے

که بر حسین بگرید بهشت
مرادرا واجب شود وهرکه
خودراگریه فرا نماید بحکم من
تشبه بقوم فهو منهم دروعده
وجبت له الجنة داخل است امام
رضی بخاری آورده که اے عزیز
خاک کربلا خاکیست که دراں
خاک تخم شہادت کشته اندوآب
دیده دوستاں وہواداران می
طلبد که من بکی علی الحسینؑ
پس ہر که ازجوئبار دیده آبے
بخاک کربلا فرستد ہر آئینه تخم
سعادتے که درمحبت اہل شہادت
کاشته باشد درمزرعه رضا بآب
دیدۂ وے پرورش یابد و چوں از
منزل الدنیا مزرعة الاخرة بروں
رودمحصول آں نعیم جنت
ونسیم بہجت خواہد بودکه
وجبت له الجنة۔

کہ من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم
کی نقل کرے تو وہ ان میں سے ہے گویا
رونے والوں کی شکل بنانیوالا خود گریہ
کرنیوالا ہے اسی لیے اس پر بھی جنت
واجب ہے امام رضی بخاری فرماتے ہیں کہ
اے عزیز کربلا کی وہ خاک ہے جس میں
شہادت کا بیج بویا گیا ہے اس لیے اس کو
سیراب کرنے کے لیے دوستوں کے آب
چشم کی ضرورت ہے پس جو شخص اپنی آنکھ
کے سوتوں سے پانی بہائے اور خاک کربلا
کو سینچے تو گویا وہ نیکی کے بیج کو جس کو کہ شہدا
کی محبت میں بویا ہے اپنے آنسوؤں سے
مزرعہ رضا میں سیراب کر رہا ہے جب ایسا
شخص اس دنیا کی اس منزل سے جو آخرت
کے لیے مثل کھیتی کے ہے چلا جاویگا تو اس کو
آخرت میں جنت کی نعمتیں ملیں گی۔

پھر صفحہ ۳۷ پر ہے:-

(ب)عزیزاں تامل فرمانید که
ثواب گریستن درمصیبت حسینؑ
چه مقدار است ازائمه اهل بیت
نقل کرده اند که هر قطره آب
درماتم حسینؑ ازدیده کسے فرو
بارد آں را در صدف درے می
سازند و در قلادۂ عمل آں کس
می کشند و قیمت آں در روز
بازار قیامت بر خلق ظاهر
خواهد شد شیخ سهل بن عبدالله
تستری رحمته الله علیه فرموده
که روز عاشورا می گریستم
وباخودمی گفتم اگر آں روز
حاضر نه بودم که درپیش آں شاه
شهید خونم بریزندامروز بارے
درحسرت آں قطره چند آب
ازچشم خود بریزم شبانه حضرت
رسالت صلعم درواقعه دیدم

عزیزو غور کیجئے کہ امام حسینؑ کی مصیبت
میں رونے کا کس قدر ثواب ہے۔ائمہ
اہل بیت سے روایت ہے کہ غم حسین
میں جو آنسو نکلتا ہے وہ در بے بہا بنتا ہے
اس نایاب موتی کی قدروقیمت باز
ارحشر میں مخلوق پر ظاہر ہوگی یعنی ایک
آنسو کے عوض نعیم جنت حاصل ہوگی۔
شیخ سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ
علیہ فرماتے ہیں کہ روز عاشورا میں امام
حسینؑ کی مصیبت پر رویا اور دل میں
کہنے لگا کہ اگر میں عاشور کے دن نہ تھا
کہ امام کے لیے اپنا خون بہاتا تو کم
ازکم آج چند آنسو اپنی آنکھوں سے
بہادوں رات کو جب میں سویا تو حضرت
رسالت مآب کو خواب میں دیکھا کہ
حضرت صلعم قسم کے ساتھ فرماتے ہیں

که مرا گفت اسے سهل بجلال حضرت ذوالجلال که یک قطره آب دیدهٔ تو در مصیبت فرزند دل بند من ضائع نیست وبداں گریه که امروز کردی فردا ترا چنداں ثواب دهند که محاسبان تخته خاک و مستوفیان دفتر افلاک ازعهده حصر و حساب وثواب آں بیروں نتواند آمد در آثار آمده است که حسین رضی اللہ عنه روز قیامت بعرصات درآید بچهرهٔ خون آلودو گویدرب شفعنی فیمن بکی علی مصیتی خدایا مرا شفاعت ده درحق کسیکه بر مصیت من گرسته است هر که در دنیا بر شهیدی و غریبی ومظلومی وبیکسی وبے برگی وتشنگیو گر سنگی من گریه کرده اور ایمن بخش شفاعت آں سید بمحل قبول رسیده گریه کنند گاں حسین رضی اللہ عنه رابرات نجاتے ارزاں دارند۔

کہ اے سہل میرے فرزند حسینؓ کے غم میں تمہارا ایک آنسو بھی ضائع نہ ہوگا آج کے دن جو تم نے گریہ کیا ہے اس کے عوض میں کل قیامت کے دن اتنا ثواب ملے گا کہ جس کا حساب و شمار بھی نہ ہوسکے گا، حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن امام حسینؓ خون آلود چہرہ کے ساتھ تشریف لائیں گے اور عرض کریں گے کہ خداوندا میں ان لوگوں کی شفاعت کرتا ہوں جنھوں نے مجھ پر گریہ کیا تھا۔ امام کی دعا قبول ہوگی اور رونے والوں کو پروانہ نجات مل جائے گا۔

(۱۵)

صحابی رسول شیخ معمرابی الرضا "بابارتن بن ساہوک ہندی" رضی اللہ عنہ،

جن کی صحابیت کی توثیق "اجلہ علمائے اہل سنت" نے کی ہے اور جن کی عظمت وجلالت کا اعتراف تمام صوفیائے کرام کرتے ہیں انکی صحابیت کی توفیق کرنے والوں میں خصوصیت سے ذیل کے علمائے اعلام قابل ذکر ہیں:-

۱-مورخ شمس الدین محمد بن ابراہیم الجرزی نے اپنی تاریخ میں۔

۲-علامہ صلاح الدین الصفدی نے اپنے تذکرہ میں۔

۳-علامہ علاء الدین الوداعی نے بھی اپنے تذکرہ میں۔

۴-شیخ عبدالغفار بن نوح القوصی نے اپنی کتاب "الوحید فی سلوک اہل طریق التوحید" میں۔

۵-مورخ البہا الجندی نے اپنی تاریخ الیمنی میں۔

۶-محدث المکثر الرحال علامہ جمال الدین محمد بن احمد بن الامین الاقشہری نزیل المدینہ نے اپنی کتاب "فوائد رحلۃ" میں

۷-علامہ ابن حجر صاحب اصابہ کے شیخ الحدیث علامہ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس نے (جیسا کہ اصابہ میں ہے)

۸-علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعراوی الانصاری نے "لواقح الانوار فی طبقات الاخبار میں۔

۹-علامہ طاشکری زادہ نے ''شقائق النعمانیہ'' میں۔

۱۰-علامہ مجد الدین علی بن ظہیر الدین محمد البدخشانی نے ''جامع السلاسل'' میں۔

۱۱-شیخ نورالدین جعفر بن سالار المعروف بامیر ملا خلیفہ سید علی الہمدانی نے ''خلاصۃ المناقب'' میں۔

۱۲-مولانا عبدالرحمٰن جامی نے ''نفحات الانس'' میں۔

۱۳-شیخ خواجہ محمد پارسا النقشبندی البخاری صاحب کتاب فصل الخطاب نے '' موصوف نے ''مسند رتن الہندی'' سے احادیث کا ایک انتخاب بھی تصنیف فرمایا ہے۔

۱۴-علامہ عبدالعلی الملقب بہ بحرالعلوم فرنگی محلی نے اپنی کتاب ''فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت میں۔

اس کے علاوہ علامہ ذہبی کے بیان کی بنا پر ''شیخ محمد بن ابی بکر بن اسمٰعیل بن علی الانصاری نے ''بابارتن'' سے احادیث کو اخراج کر کے ایک مجموعہ ''مسند بابارتن'' کے نام سے تصنیف کیا ہے۔

یہی بابارتن ہندی فضیلت گریہ میں ایک حدیث جناب رسالتمآب سے روایت فرماتے ہیں:۔

رواہ عبیداللہ بن محمد بن عبد العزیز السمرقندی قال حدثنی الامام صفوۃ الاولیاء جلال الدین موسی بن مجلی بن بندار الدیسری	روایت کیا عبیداللہ بن محمد بن عبدالعزیز سمرقندی نے کہ بیان کیا ان سے صفوۃ الاولیا امام جلال الدین موسی بن مجلی بن بندار الدیسری نے کہ بتلایا

قال اخبرنا الشیخ الکبیرا العدیم النظیر رتن الھندی عن النبی قال صلعم مامن عبد یبکی یوم اصیب ولدی الحسین الا کان یوم القیامة مع اولی العزم من الرسل وقالَ البکاء فی یوم عاشوراء نور تام یوم القیمة۔

ان سے بابا رتن ہندی نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو بندہ مومن عاشور کے دن حسین کی مصیبت پر روئے تو قیامت کے دن وہ انبیائے اولی العزم کے ساتھ ہوگا۔ اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ عاشور کے دن رونا قیامت کے دن کے لیے نور تام ہوگا۔

اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ کی جلد اول حرف الراء القسم الرابع کے صفحہ ۵۳۳ پر نقل کیا ہے (مطبوعہ مصر)

(۱۶)

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی اپنی کتاب (منح مکیہ) شرح قصیدہ ہمزیہ طبع مصر صفحہ ۲۰۳ میں فرماتے ہیں:۔

(وقست) ای غلظت واشتدت (منهم) ای المکرة الفجرة المذکورین وهو حال من قوله (قلوب) فوصل الیهما والی ذریتهما منهم غایة الایذاء

ترجمہ: سخت ہو گئے ان فاسقوں اور فاجروں کے دل ان بزرگوں پر جن کے اٹھ جانے پر زمین روئی اور آسمان نے گریہ کیا (یہ ترجمہ ہے امام بوصیری کے شعر کا جو قصیدہ ہمزیہ میں ہے)

والا ستهانة بحقهم الواجب رعايته عليهم ولم تلن لهم تلك القلوب قط لان الله تعالى ارادلها الشقاوة والعذاب اليم (علی من) ای اولئک الائمة الذين هم بد ورالدنيا ومن ثم قال الحسن البصری رحمه الله تعالى فی الذين قتلوا مع الحسين من اهله ليس لهم شبه علی وجه الارض (بكت الارض فقدهم والسماء) وهذا قتباس من مفهوم قوله تعالى فما بكت عليهم السماء والارض اذمفهو مه ان المومن تبكی عليه السماء والارض بمعنی انهما يتا سفان علی مافاتهما من اعماله وثو ابها اما الارض فمحال سجود المومن وعباداته واما السماء فمحال صعود الملئكة بتلك الا

ابن حجر کہتے ہیں یہ اقتباس ہے اس آیت کے مفہوم سے جو کافروں کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین نے گریہ کیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن پر آسمان وزمین گریہ کرتے ہیں۔ یعنی انھیں رنج ہوتا ہے ان اعمال خیر کا جو اس مومن کے انتقال سے بند ہوجاتے ہیں اور اس ثواب کا جس کا سلسلہ قطع ہوجاتا ہے۔ زمین کی خصوصیت سے وہ مقامات جہاں وہ سجدہ کرتا تھا اور عبادتیں بجالاتا تھا اور آسمان کے وہ مقامات جہاں سے ملائکہ اس کے اعمال کو لے کر جاتے تھے۔ اور جب عام مومنین کی یہ شان ہے جیسا کہ آیت سے معلوم ہوا تو کیا خیال ہے تمہارا اہل بیت رسول اور اولاد علی و فاطمہ کے متعلق اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آسمان وزمین کے رونے سے مراد اہل آسمان وزمین کا رونا قرار دیا جائے اور یہ بالکل ظاہر ہے۔

عمال اليها واذا كان هذا في مطلق
المومنين كما علم من الاية فما
بالك بال البيت النبوي والسر
العلوي ويصح ان يكون المراد
بكا ئهما بكاء اهلهما وهو واضح
لكن الاول ابلغ ولا مانع من حمله
على الحقيقة لانه ممكن ورد به
الشرع فلا يخرج عن ظاهره الا
بدليل (فابكهم) ايها السامع
للخطاب ما استطعت اي مدة دوام
استطاعتك تاسياً بنبيك صلى الله
عليه وسلم ثم بجبرئيل ثم بعلي
كرم الله وجهه وروى ابن سعد عن
الشعبي قال مرعلي كرم الله وجهه
بكربلا عند مسيره الى الصفين
فوقف و سئل عن اسم هذه الارض
فقيل له كربلا فبكى حتى بل
الارض من دموعه ثم قال دخلت

لیکن پہلے معنی میں بلاغت زیادہ پائی
جاتی ہے اور جب حقیقی معنی کا مراد لینا
ممکن ہے کیونکہ شریعت میں اس کا ثبوت
موجود ہے تو بلا وجہ اسے نظر انداز کرنا
درست نہیں ہے جب یہ سب روتے
ہیں تو تو بھی رواے سننے والے! اس
آواز کے جب تک تیری جان میں جان
ہے پیروی کرتے ہوئے اپنے پیغمبر کی
پھر جبرئیل کی پھر حضرت علیؑ کی۔ چنانچہ
ابن سعد نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ
حضرت علیؑ صفین جاتے ہوئے کربلا کی
طرف سے گزرے۔ حضرت ٹھہر گئے
اور دریافت کیا کہ اس زمین کا کیا نام
ہے؟ لوگوں نے کہا کربلا۔ یہ سن کر
حضرت روئے یہاں تک کہ زمین
آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ
میں حضرت رسول کے پاس آیا ایسے
حال میں کہ حضرت رو رہے تھے میں نے
کہا رونے کا کیا سبب ہے ابھی ابھی

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبکی فقلت مایبکیک قال کان عندی جبرئیل انفا واخبرنی ان ولدی الحسین یقتل بشاطی الفرات بموضع یقال له کربلا ثم قبض قبضة من تراب تلک الارض اشمنی ایاھا فلم املک عینی ان فاضتا واخرج الترمذی ان ام سلمه رأت النبی صلی اللہ علیه وسلم باکیا وبراسه ولحیة التراب فسألته فقال قتل الحسین آنفاً وکذلک رآه ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما نصف النهار اشعث اغبر بیده قارورة فیها دم یلتقطه له فسأله فقال دم الحسین واصحابه لم ازل اتبعه منذ الیوم فنظر واافو جدوه قد قتل فی ذلک الیوم۔

جبرئیل میرے پاس تھے انھوں نے مجھے بتلایا کہ میرا فرزند حسینؓ نہر فرات کے پاس ایک جگہ پر جسے کربلا کہتے ہیں قتل ہوگا پھر حضرت نے اس زمین سے ایک مٹھی خاک کی اٹھائی اور مجھ کو سنگھائی جس کے بعد مجھے بھی قابو نہ رہا اور بے ساختہ میری آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔ اور ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ام سلمہ نے حضرت رسول کو روتے ہوئے دیکھا اس حالت میں کہ آپ کے سر و ریش پر خاک پڑی تھی، میں نے واقعہ دریافت کیا حضرت نے فرمایا ابھی ابھی حسین قتل ہوا ہے۔ اور ابن عباس نے بھی حضرت کو دوپہر کے وقت دیکھا اس حال میں کہ بال پریشان ہیں گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔ ہاتھ میں ایک شیشہ ہے جس میں خون ہے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ یہ حسین اور ان کے اصحاب کا خون ہے جسے میں نے آج دن بھر جمع کیا ہے۔ لوگوں نے اس تاریخ کا خیال رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین اسی روز شہید ہوئے تھے۔

امام بوصیری کے چند اشعار بھی جن کا تعلق مرثیہ سے ہے نقل کیے جاتے ہیں:۔

من شهيدين ليس ينسيني — الطف مصابيهما ولا كربلاء
مارعى فيهما ذمامك مرؤس — وخان عهدك الرؤساء
ابدلوا الود الحفيظة في القربىٰ — فابدت ضبابها النافقاء
وقست منهم قلوب علىٰ من — بكت الارض فقدهم والسماء
فابكهم ما استطعت ان قليلا — في عظيم من المصاب البكاء
كل يوم وكل ارض بكربي — منهم كربلا وعاشوراء
ال بيت النبي إنّ فؤادي — ليس يسليه عنكم التاساء
غير انى فوضت امرى الى الله — وتفويض الامور براء
رب يوم بكربلاء مسيئ — خففت بعض وزره الزوراء
والاعادى كان كل طريح — منهم الزق حل عنه الوكاء
آل بيت النبي طبتم وطاب — المدح لى فيكم وطاب الرثاء
انا حسان مدحكم فاذا — نحت عليكم فانني الخنساء
سدتم الناس بالتقى وسواكم — سوّدته البيضاء والصفراء

ترجمہ:! دونوں شہید جن کی یاد کنارہ نہر فرات اور زمین کربلا سے ہمیشہ تازہ ہے نہ رعایا نے (یارسول اللہ) ان کے بارے میں آپ کے حقوق کا لحاظ کیا اور نہ حکام نے آپ کے عہد و پیمان کا پاس کیا۔ انھوں نے آپ کے قرابتداروں کی محبت کے بدلے

میں کینہ وعداوت کو اختیار کیا جس کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ان کے دل سخت ہو گئے ان لوگوں کے لیے جن پر آسمان اور زمین تک نے گریہ کیا۔ جب تک دم میں دم ہے تو بھی (اے مخاطب) ان پر روتا رہ اس لیے کہ مصیبت کے مقابلہ میں رونا بہت کم چیز ہے۔ ہر دن ان کے غم میں مجھے روز عاشور اور ہر زمین زمین کربلا ہے۔ اے اہلبیت نبی میرے دل سے کوئی چیز آپ کا خیال دور نہیں کر سکتی سوائے اس کے کہ میں ان مظالم کو خدا کے سپرد کروں اس کے بعد بری الذمہ ہو جاؤں۔ کتنے مجرم ہیں کہ زمین کربلا کی زیارت ان کے گناہوں میں تخفیف کر دیتی ہے۔ اور دشمنوں کی یہ حالت ہے کہ وہ زمین پر افتادہ ہیں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی مشک جس کا تسمہ کھل گیا ہو۔ اے اہل بیت نبی آپ پاکیزہ ہیں اور آپ کی شان میں جو مدح نظم ہو اور مرثیہ کہا جائے وہ بھی پاکیزہ ہے۔ میں آپکی مدح میں حسان کا درجہ رکھتا ہوں اور جب نوحہ پڑھنے لگوں تو خنسا (مشہور مرثیہ گو) ہوں۔ آپ نے دنیا پر تقویٰ و پرہیز گاری کے ذریعہ سے حکومت کی جب کہ آپ کے سوا دوسرے لوگوں نے سنہرے روپہلے سکوں سے اپنی حکومت قائم کی۔

(۱۷)

"علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی الحفظی الشافعی" اپنی کتاب "ذخیرة المآل فی شرح عقد جواهر اللآل" میں بذیل شرح شعر

واکربتاه للمصاب الاعظم

واوحشتاه لأهل الخيم

تحریر فرماتے ہیں:-

وللہ در البوصیری حیث یقول و الفقیر کذلک یقول۔

آل بیت النبی طبتم فطاب

المدح فیکم وطاب الرثاء

انا حسان مدحکم فاذا

نحت علیکم فاننی الخنساء

ومن لم یبکی لتلک الوقائع فلیباکی کیف و قد بکی لذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فابکھم ما استطعت ان قلیلا

فی عظیم المصاب البکاء

ولا یکون البکاء والحزن مخصوص بارض کربلا اویوم عاشوراء لذلک من افعال الرافضہ بل حال ھذا الفقیر وکل محب اسیر کذالک ینشد ماقال العلامۃ الکبیر.

کل یوم وکل ارض لکربی

منھم کربلاء وعاشوراء

خدا بھلا کرے امام بصیری کا جنھوں نے امام حسینؓ کے مرثیہ میں کیا خوب کہا

ہے۔اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اے اہل بیت نبیؐ آپ پاک وپاکیزہ ہیں اور آپ کی شان میں جو مدح نظم ہو اور مرثیہ کہا جائے وہ بھی پاکیزہ ہے۔ میں آپ کی مدح میں حسان کا مرتبہ رکھتا ہوں اور جب نوحہ پڑھنے لگوں تو خنسا (مشہور مرثیہ گو ہوں) اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص اس مصیبت عظمیٰ پر نہ روئے اس کو چاہیے کہ اپنے کو بہ تکلف رونے والا بنائے یہ کیونکر نہ ہو اس لیے کہ اس مصیبت کی وجہ سے رسول اللہ صلعم روئے اے شخص جب تک کہ دم میں دم ہے تو بھی روتا رہ اس لیے کہ اس مصیبت کے مقابلہ میں رونا بہت کم چیز ہے اور یہ رونا اور اندوہ کرنا صرف روز عاشور یا زمین کربلا ہی کے لیے مخصوص نہیں ہے کہ یہ صرف رافضیوں کا فعل ہے بلکہ اس فقیر اور ہر اسیر محبت اہل بیت کا یہ حال ہے جیسا کہ علامہ کبیر امام بوصیری نے کہا ہے کہ ہر دن ان کے غم میں مجھے عاشوراء ہے اور ہر زمین زمین کربلا ہے۔ یعنی برابر روتا رہتا ہوں۔

(۱۸)

ملک العلماء علامہ شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی کتاب "ہدایۃ السعداء" میں تعزیہ داری امام علیہ السلام کے جواز میں ایک مستقل ومبسوط باب تحریر فرمایا ہے جس کا عنوان یہ ہے:۔

الجلوۃ التاسعۃ فی تعزیۃ الحسینؑ وفیما	جلوہ نہم بیان میں عزاداری امام حسینؑ کے وہ
بکی علیہ النبی وعلی وفاطمہ قبل قتلہ	حسینؑ جن کے مصائب پر رسول اللہ حضرت

وبعده وفیما بکی علیه آدم وحوّا	علیٰ حضرت فاطمہؑ قبل شہادت اور بعد
والملئکه والعرش والکرسی	شہادت دونوں زمانوں میں روئے۔
والسماء والارض والصحابة	اور جن پر حضرت آدمؑ وحواؑ اور فرشتے
والطیور والوحوش والحجارة	وعرش وکرسی، آسمان وزمین صحابۂ رسولؐ
جمیع الامة من الانس والجن	پرندے اور درندے جانور، پتھر اور
وثواب البکاء یوم عاشوراء۔	انسانوں اور جنات کے تمام گروہ نے
	گریہ کیا۔ اور دسویں محرم کے رونے
	کے ثواب میں۔

(ہدایۃ السعد اصفحہ ۳۲۸ قلمی)

علامہ ممدوح اسی باب میں صفحہ ۳۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

ودر تشریح میگوید که ماتم و	تشریح میں ہے کہ عاشور کے دن بعضوں
تعزیت داشتن حسین روز عاشور	کے نزدیک عزائے امام حسینؑ کرنا
ابقول بعضے واجب است از بهر	واجب ہے تاکہ تہمت دور ہو سکے اسکا
رفع تهمت یعنی تاکسے نه گوید که	مطلب یہ ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے فلاں
فلاں کس از یزیدیه است که ماتم	شخص (عزاداری نہ کرنے کی وجہ سے)
خاندان نمی دارد واجتناب از	یزیدی ہے جب ہی تو اہل بیت رسول
تهمت واجب است وبقول بعضے	کا ماتم برپا نہیں کرتا اس لیے تہمت سے
سنت است ازانکه مصطفے صلعم	(عزاداری کرکے) بچنا واجب ہے۔
	اور بعضوں کے قول کے بناء پر سنت

واصحابه وتابعين بتعزيت ايشان دل پر غم و چشم نم داشته و مارا متابعت ايشان سنت است ۔

ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلعم صحابہ اور تابعین نے اس شان سے امام کی تعزیت کی کہ دل غمناک تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے اس لیے ان بزرگوں کی پیروی کرنا ہمارے لیے سنت ہے۔

اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

وازابو القاسم پرسيدند كه چه حكمت است كه روز وفات هيچ پيغمبرے وخلفاء نگريند روز وفات حسينؑ چرا گريند گفت بهر دفع تهمت وازبهر متابعت مصطفے صلعم مى آرند۔

علامہ ابو القاسم سے کسی نے دریافت کیا کہ جب کسی پیغمبر اور خلفاء کی وفات پر نہیں روتے تو حسینؑ کی وفات پر کیوں روتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ دو سبب سے ایک یہ کہ رفع تہمت کے لیے اور دوسرے رسول اللہ صلعم کی متابعت کی وجہ سے کہ وہ حضرت روئے تھے۔

پھر صفحہ ۳۳۳ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

المقصودؑ مصطفے صلعم درحاله حيات بر تعزيت ايشان گريسته تاتو ازايذا وآزار ايشان دورباشى وترا به تعزيت ايشان سنت شود۔

غرض کہ حضرت رسول خدا صلعم زندگی ہی میں (ان کی امام حسین کی) تعریف میں روئے تا کہ تم ان کو ایذا و آزار (دینے) سے دور ہوا ور تمہارے لیے امام کی عزاداری سنت ہو جاوے۔

اسی سلسلہ میں صفحہ ۳۳۷ پر رقم فرماتے ہیں:۔

فی کیفیة ثواب من بکیٰ علیهم فی التشریح قال صلعم من بکاء یوم عاشوراء لم یبکا عینه فی تلک النسة بموت اولاده ولا بمصیبة زوال الایمان حاصله ۔ هر که روز عاشور ابگرید بد وستی فرزندان خود واز زوال ایمان وفی المبکیاب اے عاشقان اگر حسین را ان روز آب ندادند امروز آب از دیده بیارید وشفاعت حسین را در روز قیامت باب دیده بجوئید.

"امام کے رونے والوں کے ثواب کے بارے میں" حدیث میں ہے کہ جو شخص دسویں محرم کو روئے تو اس سال وہ اپنے اولاد کے غم میں نہ روئے گا اور نہ ایمان کے زائل ہونے کی مصیبت پر گریہ کریگا اے عاشقان خاندان رسالت! اگر یزیدیوں نے اس دن حسینؑ کو پانی نہیں دیا تو آج کے دن تو تم اپنی آنکھوں سے باران اشک برساؤ اور انھیں آنسوؤں کے طفیل میں "حسین کی شفاعت حاصل کرو۔

در خبر است هر که در مصیبت حسینؑ شهید امروز می گرید بحضرت مصطفے صلعم وپیش خاتون قیامت عرض می کندروح پاک مصطفے و روح پاک فاطمه زهرا او را آمرزش می خوانند۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آج (یعنی اس دنیا میں) جو شخص حسینؑ کے غم میں رسول اللہ وفاطمہ زہرا کو پرسا دیتے ہوئے روئے تو اس رونیوالے کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلعم اور فاطمہ زہراؑ کی ارواح پاک (خدا سے) طلب بخشش کرتی ہیں

" و حضرت فاطمه زهرا در بارگاه الهی عرض کنند الهی شفعنی فی احبائی ومن بکی علی مصیبتهم"

قیامت کے دن حضرت فاطمہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرینگی خداوند دوستوں اور شہیدان کربلا پر رونیوالوں کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما لے۔ اور امام حسینؑ بھی قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں عرض فرمائینگے کہ خداوندا میرے دوستوں میں سے جو میری غربت وشہادت اور مظلومی پر رویا ہے۔ اس کو بخش کر میری شفاعت قبول فرما۔

" وحسین نیز گوید الهی هر که دوستدارمن بود وبر غریبی و شهیدی ومظلومی گریسته مرا دروے شفاعت ده"

ملک العلماء دولت آبادی نے بہت ہی بسط وشرح کے ساتھ تعزیہ داری امام مظلوم کے جواز پر روشنی ڈالی ہے اصل کتاب ملاحظہ کرنا چاہئے۔ توضیح مطلب کے لیے عبارات ذیل اور ملاحظہ فرمالیجیے صفحہ ۳۲۲ پر ارشاد ہوتا ہے:-

دوم آنکه هر گاه که جبرئیل آمد و خبر قتل حسین گفت مصطفے صلعم فرمود آں روز من باشم گفت نه فرمود علیؑ باشد گفت نه گفت حسنؑ باشد

دوسرے یہ کہ جب جبرئیل خبر شہادت لے کر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت صلعم نے دریافت کیا کہ میں اس روز موجود ہونگا کہا نہیں فرمایا علیؑ ہونگے جبرئیل نے کہا کہ نہیں ارشاد ہوا کہ فاطمہؑ ہونگی جواب دیا کہ نہیں پھر دریافت کیا کہ حسنؑ ہونگے

گفت نہ پس مصطفے فرمود تعزیت ایشاں کہ دارد گفت امت تو دارند. عزیزمن امروز تعزیت دارو سرمہ مکن زیرا چہ ہیچ عاقل گوید کہ روز تعزیت سرمہ کند اگر تعزیت ایشاں داری بگذار۔

بتلایا کہ نہیں اس وقت حضرت صلعم نے پوچھا کہ ان مظلوموں کی عزاداری کون کریگا جبرئیل امین نے بتلایا کہ آپ کی امت کریگی۔ میرے عزیزو! آج کے دن عزاداری کرو اور اظہار خوشی میں سرمہ وغیرہ نہ لگاؤ۔ بتلاؤ کہ یہ کون عقلمند کہے گا کہ مصیبت وغم کے دن سرمہ لگایا جائے اگر واقعی تم اہل بیت کے تعزیہ دار ہو تو سرمہ نہ لگاؤ

صفحہ ۳۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں:-

جبرئیل خبر دادہ بود کہ امت تو روز عاشور تعزیت شہید کربلا کہ در غربت مقتول شوند بدارند پس امت روز عاشور تعزیت غریبان کربلا میدارند بلکہ در پارس وغیر آں روز عاشورا زناں جامہ سبز می پوشند از جہت کمال تعزیت۔

جبرئیل نے یہ خبر دی تھی کہ آپکی امت عاشورے میں عزائے شہید کربلا کرے گی اسی وجہ سے امت رسول عزائے امام کرتی ہے۔ بلکہ ایران اور دوسرے ملکوں میں انتہائی غم والم کے اظہار کے لیے عورتیں سبز لباس (جو غم کا لباس ہے) پہنتی ہیں۔

صفحہ ۳۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے۔

"گریستن بر موافقت رسول صلعم و بہ بتعزیت غریبان کربلا"۔

"شہدائے کربلا کی تعزیت میں رسول کی تاسی کرکے رونا"

ودر خبر است هر که درروز عاشور بشفقت و محبت حسنؑ و حسینؑ بگرید اگر چه مقدار سر سوزن باشد خداوند عزوجل اورا تاعاشوراء دیگر ازمصیبت موت اونگاه دارد وزیرا چه آں ایں روز است که عرش وکرسی وآسمان هر روز وقت مغرب میگریند و مصطفے و مرتضی وفاطمه زهرا پیش ازیں گریسته پس برائے اتباع ایشاں تراگریستن سنت است۔

حدیث میں ہے کہ عاشور کے دن جو امام حسن اور امام حسینؑ کی محبت کی وجہ سے گریہ کرے اگر چہ اس کے آنسو کی تری سوئی کے نوک کے برابر ہی ہو لیکن اس پر بھی سال بھر تک یعنی دوسرے عشرۂ محرم تک کے لیے اس شخص کو خداوند عالم موت سے محفوظ رکھے گا اس لیے کہ یہ وہ ہولناک دن ہے کہ عرش وکرسی اور آسمان آج تک مغرب کے وقت روتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم وعلی مرتضیٰ وفاطمہ زہرا اس سے پہلے اس غم میں روئے ہیں۔ اس لیے ان حضرات کی پیروی کرتے ہوئے تم کو رونا سنت ہے۔

ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کی ''ہدایۃ السعداء'' جس کا میں اس وقت حوالہ دے رہا ہوں اس کا نسخہ اسوقت میرے سامنے قلمی ہے اور اسی قلمی نسخہ کے صفحات کا حوالہ بھی ہے جن ناظرین کے پاس کوئی دوسرا نسخہ موجود ہو وہ ''جلوہ سابعہ'' اور جلوہ تاسعہ'' کو ملاحظہ فرمائیں۔ جس نسخہ سے میں حوالہ دے رہا ہوں وہ ''کتبخانہ فردوس مآب'' لکھنؤ میں موجود ہے اور غالباً عہد مصنف کا نسخہ ہے۔

(۱۹)

امام ائمہ اہل سنت وسرخیل صوفیان عظام حضرت سفیان ثوری "غم اہل بیت پر رونے وفریاد کرنے کو علامت ایمان قرار دیتے ہوئے" ارشاد فرماتے ہیں:۔

" ان حب بنی فاطمه علیهم السلام واجزع لهم مما هم علیه من الخوف والقتل التطرید لیبکی من فی قلبه شئی من الایمان"

ماحصل یہ ہے کہ اولاد فاطمہ کی محبت میں ان کے تمام وگوناگوں مصائب پر جزع وفزع کرکے اظہار غم اور گریہ وزاری وہی شخص کریگا جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہے۔

(مقاتل الطالبین علامہ ابوالفرج القرشی الاموی الکاتب الاصفہانی، ذیل ترجمہ عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین صفی)۔

اسی چیز کو "شیخ کمال الدین علیہ الرحمہ" ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں:۔

قال الشیخ کمال الدین ومصرع الحسین یسکب المدامع من الا جفان و یجلب الفجایع والا حزان ویلهف النیران فی اکباد اهل الایمان (۱)

("ذخیرة المال" شهاب الدین احمد الحفظی العجیلی)

....

(۱) واقعہ شہادت امام حسینؑ اہل ایمان کے آنکھوں سے آنسوؤں کو جاری کراتا ہے اور حزن واندوہ کے ساتھ دلوں میں غم کی آگ سلگاتا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا واقعہ

شہادت امام حسینؑ پر گریہ وبکا کرنا

اور اس کار خیر کی وجہ سے حضرت کے درجات کا عالی ہونا

روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی صفحہ ۲۶-۲۷ (مطبوعہ نول کشور پریس کانپور ۱۸۹۱ء میں ہے:-

ازعلی بن موسی الرضا منقول
است کہ چوں حق تعالی
گوسفند برائے فدائے اسمعیل
فرستاد وابراهیم آں راذبح کرد
بخاطرمبارکش خطور نمود که
اگر بدست خود فرزند خودرا
قربان کردمے ثواب عظیم یافتے
وبقدم حرمت بردرجہ رفیع
شتافتمے حق سبحانہ بوے وحی

امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ
جب خداوند عالم نے حضرت اسمعیل کا
فدیہ گوسفند کو قرار دیا اور حضرت ابراہیم
نے اس کو ذبح کیا تو اس وقت حضرت
ابراہیم کے دل میں یہ بات آئی کہ اگر
میں اپنے فرزند اسمعیل کو اپنے ہاتھوں
خدا کی راہ میں قربان کرتا ثواب عظیم کا
مستحق ہوتا حضرت ابراہیم کے دل میں
اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ حضرت کو وحی ہوئی

فرستاد کہ از جملہ خلقان
کرادوست می دارمی ابراہیم
گفت محمد را کہ حبیب وصفی
تست خطاب آمد کہ او را
دوست ترمی داری یا خودرا
ابراہیم گفت حقا کہ او را
ازخود دوست ترمی دارم باز
فرماں رسید کہ فرزندان او
رادوست میداری یا فرزندان
خودرا خلیل جواب داد کہ
فرزندان امجاد او نزد من
دوست تر انداز اولاد من حق
تعالیٰ وحی کردبدو کہ یکے
ازفرزندان بزرگوار او رابخاری
و زاری ارزوے جورستمگاری
غریب وتنہا گرسنہ وتشنہ

کہ اے ابراہیم تم ہماری مخلوق میں سب
سے زیادہ کس کو دوست رکھتے ہو ابراہیم
نے جواب دیا کہ خداوند تیرے حبیب محمد
مصطفیٰؐ کو پھر خطاب ہوا کہ اے ابراہیم تم
محمد کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا خود اپنے کو
جواب دیا اپنے سے زیادہ حضرت صلعم
کو دوست رکھتا ہوں پھر حکم ہوا کہ تم اپنے
فرزند اسمعیل کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا
ان کے فرزند کو خلیل نے جواب دیا کہ ان
کے فرزندوں کو اپنی اولاد سے زیادہ
دوست رکھتا ہوں (اس سوال و جواب
کے بعد) وحی ہوئی کہ اے ابراہیم حضرت
محمد کے ایک فرزند بزرگوار کو نہایت ظلم وستم
کے ساتھ بھوکا پیاسا مسافرت میں کربلا
کے بن میں اشقیا شہید کریں گے۔

در دشت کربلا شربت شهادت بچشانند ابراهیم علیه السلام چوں شمه ازیں واقعه بشنید قطرات حسرت از چشم سار چشم بر صفحات رخسار فروبارید خطاب رسید که اے ابراهیم ثواب گریستن تو بر حسینؑ والمے که بدل تو رسید برابر آن مثوبت است که بلست خود فرزند خود را قربان می کردی۔

حضرت ابراہیم نے جس وقت واقعہ شہادت کو سنا تو بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور گریہ فرمانے لگے خطاب ہوا کہ اے ابراہیم حسین کے غم میں تمہارے دل کو جو صدمہ ہوا ہے اور روئے ہو اس کا ثواب برابر ہے اس ثواب اور اجر کے جو اپنے فرزند اسمٰعیل کو اپنے ہاتھوں سے قربانی کرنے میں ملتا۔

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کا شہادت امام حسین پر گریہ وبکا کرنا

(الف)

اخرج الحاکم والبیہقی عن ام الفضل بنت الحارث قالت دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوما بالحسین فوضعتہ فی حجرہ ثم حانت منی التفاتۃ فاذاعینا رسول اللہ صلعم تھریقان من الدموع فقال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی تقتل ابنی ھذاواتانی بتربۃ من تربۃ حمراء

امام حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں ام الفضل سے روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں امام حسین کو لائی اور رسول اللہ کی آغوش میں دیدیا پھر جو دیکھتی ہوں تو آنحضرت کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہیں۔ پھر خود ہی حضرت نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبردی ہے کہ میری امت میرے اس لخت جگر کو شہید کرے گی اور مجھے اس مقام کی سرخ مٹی بھی دی ہے۔

(ینابیع المودۃ شیخ سلیمان الحنفی جلد دوم صفحہ ۳۱۸ وتحریر الشہادتین شرح سرالشہادتین مولانا شاہ سلامت اللہ صفحہ ۸۳ مطبوعہ مطبع اسدی لکھنو)

(ب)

واخرج ابن سعد عن الشعبي قال مر علي رضي الله عنه بكربلاء عند مسيرة الى صفين وحاذى نينوى قرية على الفرات فوقف وسَئَلَ عن اسم هذه الارض فقيل كربلاء فبكى حتى بل الارض من دموعه ثم قال دخلت على رسول الله وهو يبكي فقلت ما يبكيك قال عندي جبرئيل انفا واخبرني ان ولدي الحسين يقتل بشاطي الفرات بموضع يقال له كربلا ثم قبض جبرئيل قبضة من تراب شمني اياه فلم املک عيني ان فاضتا۔

طبقات کبیرابن سعد میں امام شعبی سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین کی طرف جاتے ہوئے جب نینوا (جو دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ہے) کے مقابل ہوئے تو ٹھہر گئے اور اس سرزمین کا نام پوچھا "کربلا" بتلایا گیا حضرت روئے اور خوب روئے اس قدر کہ وہاں کی زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور رو رہے تھے میں نے پوچھا یا حضرت خیر تو ہے رونے کا کیا سبب ہے فرمایا میرے پاس اس وقت جبرئیل بیٹھے تھے۔ انھوں نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ فرات کے کنارے اس جگہ جسے کربلا کہا جاتا ہے قتل کیا جائیگا۔ پھر جبرئیل ایک مشت خاک لائے اور مجھے سنگھایا پس مجھے اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہا اور بے اختیار رو پڑیں۔

(صواعق محرقہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ میمنیہ مصر)

(ج)

عن عبد الله بن يحيى عن ابيه انه سار مع على رضى الله عنه وكان صاحب مطهرته فلما حاذى نينوا وهو منطلق الى صفين فنادى على رضى الله عنه اصبر يا ابا عبد الله بشط الفرات قلت وما ذاقال دخلت على النبى صلعم ذات يوم وعيناه تفيضان قلت يانبى الله اغضبك احد ماشان عينيك تفيضان قال بل عندى جبرئيل قبل فحدثنى ان الحسينؑ يقتل بشاطى الفرات قال فقال هل لك الى ان اشمك من تربته قال قلت نعم فمديده فقبض قبضه من تراب فاعطانيها فلم املك عينى ان فاضتا۔

عبداللہ بن یحییٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ صفین جاتے ہوئے حضرت علی کے ساتھ تھے کہ دفعۃً حضرت علی نے بلند آواز سے ندادی کہ اے ابا عبداللہ صبر کرو اے ابا عبداللہ صبر کرو (امام حسینؑ کی کنیت ہے) دریائے فرات کے کنارے میں نے پوچھا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے فرمایا ایک دن میں حضرت سرور عالم کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت صلعم کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا کسی نے آپ کو غضبناک کیا ہے حضور کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں۔ فرمایا ابھی میرے پاس جبرئیل تھے انھوں نے بیان کیا ہے کہ میرا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے قتل کیا جائیگا۔ اس کے بعد کہا کہ کیا وہاں کی خاک آپ سونگھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں ضرور یہ سن کر جبرئیل نے ہاتھ پھیلایا اور ایک مشت خاک لائے اور مجھ کو دی۔ بس مجھے آنکھوں پر قابو نہ رہا اور وہ بے اختیار بہنے لگیں۔

مسند ابا احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۸۵ (مطبوعہ مصر)

خاتون جنت حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا گریہ کرنا اور عزاداران امام حسینؑ کے گریہ وبکا کی پیشین گوئی

فاطمہؑ ناله آغاز کرد که حسین چه گناه کرده باشد که در طفولیت بروئے چنیں ظلمے برود خواجه فرمود که اے فاطمه ایں صورت درسن کودکی وجوانی نه خواهد بود بلکه در وقتے واقع شود که نه تو باشی ونه من ونه علی ونه برادرش حسن فاطمه دیگر بار بخروشید که اے مظلوم مادر اے شهید مادرواے بیکس مادر چوں تو در آں زماں پدر ومادر نباشد که باشد که مصیبت تو قیام نماید و شرائط تعزیت تو

جناب فاطمہ نے جب واقعہ شہادت کو سنا تو گریہ وزاری فرمانے لگیں اور ارشاد کرنے لگیں ہمارے فرزند حسین نے آخر کون سا گناہ کیا ہوگا کہ جس کی وجہ سے بچپنے میں اس پر یہ ظلم کیا جائیگا۔ خواجہؐ کائنات نے فرمایا کہ بیٹی فاطمہ یہ واقعہ (شہادت) حسین کے لڑکپن یا جوانی کے زمانہ میں نہ ہوگا۔ اس وقت نہ میں ہوں گا نہ علی ہوں گے نہ حسن اور نہ تم ہوگی۔ یہ سننا تھا کہ جناب سیدہ نے ایک چیخ ماری اور فرمانے لگیں اے مظلوم! مادر اے شہید مادر اے بیکس ومضطر اس زمانہ میں ماں باپ نہ ہوں گے تو کون تعزیت کرنے والا اور

بجا آورد کاش که من زنده بودمے تا اقامت مراسم مصیبت تو نمودمے راوی گوید که هاتفے آواز داد که ماتم او را مصیبت زدگاں تاآخر زماں خواهند داشت که هر سال چوں آں موسم درآید که اورا شهید کرده باشند ایشاں تعزیت وے را تازه گردانند و شرط مصیبت او را بجامی آرند اشک ندامت ازدید بارند آه جگر سوز از سینه بکشند۔

صف ماتم بچھانے والا ہوگا کاش کہ میں زندہ ہوتی تو مراسم عزا قائم کرتی راوی کہتا ہے کہ اس وقت ایک ہاتف کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا کہ اے دختر رسول کچھ مصیبت زدہ لوگ ہوں گے جو قیامت تک حسینؑ کا ماتم کریں گے ہر سال جب وہ زمانہ آئے گا جس میں حسینؑ شہید کیے جاویں گے تو اس زمانہ میں مجلس عزا قائم کی جائے گی۔ اور آہ وفریاد وگریہ وزاری کریں گے۔

(روضۃ الشہدا صفحہ ۱۸۳ کانپور)۔

بعد شہادت امام حسینؑ حضرت رسالتمآب صلعم کا بیقرار ہونا اور گریہ وبکا کرنا

عن سلمی الانصاریة قالت دخلت علی ام سلمة وهی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رایت الان رسول الله

سلمٰی انصاریہ کہتی ہے کہ ایک روز ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس گئی اور وہ روتی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیوں روتی ہیں جواب دیا کہ میں نے ابھی رسول اللہ صلعم

صلعم فی المنام وعلی راسه ولحیة التراب وھو یبکی فقلت مالک یا رسول اللہ قال شھدت قتل الحسین انفاً۔

کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی پر گرد پڑی ہوئی تھی اور رو تے تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا یہ کیا حال ہے۔ فرمایا ابھی حسینؓ کے قتل میں گیا تھا۔ (یہ واقعہ دسویں محرم کے عصر کے وقت کا ہے)۔

(صحیح ترمذی صفحہ ۲۴۶ طبع نولکشور، صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۱۱۵ مطبوعہ میمنیہ مصر۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۴۱ طبع محمدی لاہور، ماثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۷ طبع قیومی کانپور)

(ب)

عن ابن عباس قال رائیت رسول اللہ صلعم فیما یری النائم نصف النھار وھو قائم اشعث واغبر بیدہ قارورۃ فیھا دم فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ صلعم ما ھذ الدم قال ھذادم الحسین واصحابه لم ازل التقطة منذ الیوم فاحصیٰ ذلک الیوم فوجدوہ قتل یومئذ۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کے وقت آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور ان پر غبار پڑا ہوا ہے ہاتھ میں ایک شیشی ہے۔ جس میں خون ہے میں نے پوچھا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیسا خون ہے فرمایا حسینؓ اور ان کے اصحاب کا خون ہے۔ جس کو جمع کر رہا ہوں ابن عباس کہتے ہیں کہ پس میں نے اس دن کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ امام حسینؓ اسی دن شہید ہوئے تھے۔

(صحیح ترمذی صفحہ ۲۴۶ طبع نولکشور، مسند احمد حنبل جلد اول بسند ابن عباس دلائل النبوۃ امام بیہقی۔ استیعاب ابن عبدالبر حاشیہ اصابہ صفحہ ۳۸ مطبوعہ مصر صواعق محرقہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۱۶ طبع میمنیہ مصر۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۴۱ طبع لاہور ماثبت من السنۃ صفحہ ۳۸ طبع کانپور۔

فرشتوں کا غم حسینؑ میں قیامت تک روتے رہنا

(الف)

اخبرنا ابو نصر عن والده باسناده عن ابی اسامه عن جعفر بن محمد رحمة الله علیه قال هبط علی قبر الحسینؑ بن علی رضی الله عنهما یوم اصیب سبعون الف ملک یبکون علیه الی یوم القیامة۔

ابو نصر اپنے والد کے اسناد سے ابو اسامہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ روز شہادت (مقام) قبر حسینؑ پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے کہ وہ قیامت تک حضرت پر گریہ وزاری کرتے رہیں گے۔

(غنیۃ الطالبین ۔ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی بغداد جلد دوم صفحہ ۶۱، ۶۲ طبع مصر)

(ب)

در مصباح القلوب مذکور است که کعب الاحبار رحمة الله علیه روزے اهل مدینه را از تلاطم وفتنها که در کتابها خوانده بود خبر می داد. گفت بداں خدائے که جان کعب بدست اوست خوانده ام که روزے که وے را

مصباح القلوب میں ہے کہ کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ ایک روز اہل مدینہ کو اس فتنہ وفساد سے آگاہ کر رہے تھے جس کو انھوں نے توریت میں پڑھا تھا اور یہ کہہ رہے تھے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں کعب کی جان ہے میں نے کتب سابقہ

(یعنی حسینؑ را) شهید کنند گرو هے از فرشتگان برسر روضہ وے بہ استند ومی گریند که هر گز از گریہ باز نہ ایستند ودر هر شب اوینہ هفتا وهزار فرشتہ فرود آیند وبر سر قبرزاری کنند و چوں بامداد شود بصوامع طاعت خود باز روند۔	(تورات) میں پڑھا ہیکہ جس دن حسینؑ کو اشقیا شہید کرینگے اس دن فرشتے زمین مقتل ومقام روضہ پر نازل ہونگے اور گریہ وزاری کرینگے اور گریہ میں برابر مشغول رہیں گے۔ اس کے علاوہ ہر شب جمعہ کو ستر ہزار فرشتے آسمان سے حضرت کے مزار پر نازل ہونگے اور گریہ وزاری کریں گے اور صبح ہوتے اپنے صوامع عبادت میں پلٹ جائینگے۔

(روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی، صفحہ ۵، طبع کانپور)

(ج)

علامہ محب الدین طبری اپنی کتاب ''ذخائر العقبیٰ فی المودۃ اہل القربیٰ'' کے ساتویں باب میں بسلسلہ ''ذکر مقتل الحسینؑ وما جاء فی زیارۃ الحسینؑ'' تحریر فرماتے ہیں:-

حول قبر الحسین رضی الله عنه سبعون الف ملک شعثا غبرا یبکون علیه الی یوم القیامه	قبر مقدس امام حسینؑ کے ہر چہار جانب ستر ہزار فرشتے ہیں جو گرد وغبار آلود رہتے ہیں اور قیامت تک حضرت پر رویا کریں گے۔

(اخرجه حسن العقیقی)

(و)

رئیس فرقہ اہل سنت شیخ الاعظم محمد بن ابی الفوارس الرازی اپنی کتاب "الاربعین" میں معنعناً امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنے آبائے طاہرین کے سلسلہ سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی ہے (یہ حدیث اصل چالیس حدیثوں میں سے بارھویں حدیث ہے جس کو کہ علامہ ابی الفوارس نے کتاب الاربعین میں نقل کیا ہے) اس حدیث کا آخری حصہ جس کا ہمارے نفس مضمون سے تعلق ہے وہ یہ ہے:-

والذی نفسی بیده ان حول قبره اربعة الاف ملک شعثا غبراً یکون علیه الی یوم القیامة وفی روایة قدوکل الله تعالیٰ بالحسین علیه السلام سبعین الف ملک شعثا غبرا یصلون کل یوم ویدعون لمن زاره ورئیسهم ملک یقال له منصور فلایزوره زائر لا یستقبلوه ولا ودعه

حضرت نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے امام حسینؑ کی قبر کے ہر چہار جانب چار ہزار بال پریشان وپراگندہ مو فرشتے ہیں جو حضرت پر قیامت تک روتے رہیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار پراگندہ مو وبال پریشاں فرشتوں کو قبر حسینؑ پر موکل فرمایا ہے جو روزانہ نماز پڑھتے ہیں اور جو زیارت کو جاتا ہے اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں ان فرشتوں کے سردار کا نام منصور ہے پس جب کوئی زائر زیارت کرنے جاتا ہے تو یہ فرشتے (استقبال کرتے ہیں

مودع الا شیعوہ ولا یمرض الاعادوہ زاوہ ولا یموت الا صلو اعلی جنازتہ واستغفروا بعد موتہ۔

اور جب زائر واپس ہوتے ہیں تو یہ کچھ دور تک رخصت کرنے جاتے ہیں اور اگر کوئی زائر بیمار ہوجاتا ہے تو یہ عیادت کرتے ہیں اور اگر کوئی مرجاتا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور اس کی موت کے بعد اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

جنات کا رونا اور نوحہ کرنا

(الف)

واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ام سلمۃ قالت سمعت الجن تبکی علی الحسینؑ وتنوح.

حافظ ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ام المومنین ام سلمہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے جنوں کو سنا کہ وہ حسینؑ پر روتے اور نوحہ کرتے تھے۔

(ما ثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۲۹ طبع کانپور صواعق محرقہ طبع میمنیہ مصر صفحہ ۱۱۷) تحریر الشہادتین صفحہ ۳۹ طبع لکھنؤ۔

(ب)

واخرج ثعلب فی امالیہ عن ابی حباب الکلبی قال اتیت کربلا فقلت لرجل من الاشراف بہا بلغنی انکم تسمعون نوح الجن فقال ماتلقی احد الا خبرک انہ سمع ذلک۔

ثعلب نے امالی میں ابی حباب کلبی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں کربلا میں آیا پس میں نے ایک شخص سے جو وہاں کے اشراف میں سے تھا پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم لوگ جنوں کے نوحے سنا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ تم جس سے ملوگے وہ یہی بیان کریگا کہ ہم نے نوحہ سنا ہے۔

(ما ثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۲۹ طبع کانپور)

(ج)

واخرج ابونعيم عن حبيب بن ثابت سمعت الجنية تنوح على الحسين وهى تقول ۔

مسح النبى جبينه
فله بريق فى الخدود
ابواه فى عليا قريش
وجده خير الجدود

اخرج عن مزيدة عن جابر الحضرمى عن امه قالت سمعت الجن تنوح على الحسين وهو تقول ۔

الـغـى حسين هبلا
كان حسينا جبلا

حافظ ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جنیہ کو سنا کہ وہ امام حسینؑ پر نوحہ کرتی ہے اور کہتی ہے ۔

رسول صلعم نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا ان کے رخسار میں چمک ہے ان کے باپ دادا قریش کے بزرگ ہیں اور ان کے نانا سب سے بہتر ہیں جابر حضرمی اپنی ماں کے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک جن کو سنا کہ وہ امام

حسینؑ پر نوحہ کر رہا ہے اور کہتا ہے۔ "حسینؑ کی سنانی سنا رہا ہوں وہ غمگین تھے اور صبر کے پہاڑ تھے۔

(تحریر الشہادتین صفحہ ۹۶، ۹۷ طبع لکھنؤ)

(ش)

فلما رحلو من تکریت واتوا علی وادی النخلة فسمعوا بکاء الجن وهن بلطمين خدودهن ويقلن شعراً.........فقالت ام كلثوم من انت يرحمك الله تعالیٰ قال انا ملك الجن اتيت انا وقومي لنصرة الحسينؑ ووجدناه مقتولا فلما سمع الجيش ذلك تيقنوا بكونهم من اهل النار۔

جب فوج یزید اہل بیت کو اسیر کر کے دمشق کی طرف منزل بمنزل جا رہی تھی اور مقام تکریت سے کوچ کر کے وادی النخلہ میں پہونچی تو ان لوگوں نے جنات کو روتے ہوئے سنا اس حالت میں کہ جن اپنے رخسار پر دوہتڑ مار رہے تھے اور یہ نوحہ پڑھ رہے تھے.........جب حضرت ام کلثوم نے سنا تو فرمایا خدا تم پر رحم کرے کون ہو۔ جواب ملا کہ میں قوم جن کا بادشاہ ہوں۔ میں مع جنات کی فوج کے امام حسینؑ کی مدد کے لیے آیا تھا لیکن بدقسمتی سے ہم دیر میں پہونچے اور حضرت شہید ہو گئے۔ جب فوج یزید نے سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔

(ینابیع المودۃ جلد دوم شیخ الاسلام قندوزی صفحہ ۱۳۵، صفحہ ۱۵۲ طبع قسطنطنیہ)

زمین اور آسمان کا غم حسینؑ میں رونا اور اظہار غم کرنا

(الف)

اخرج الثعلبی عن السدی قال لما
قتل الحسین بن علی بکت علیه
السماء و بکائها حمر تها وحکی
ابن سیرین ان الحمرة لو ترقبل
قتله وعن سلیم القاضی قال مطرنا
السماء دما ایام قتله وقال علی
فما بکت السماء والارض الا
یحیی بن زکریا وعلی حسین ابنی
وعن کثیر ابن شهاب الحارثی قال
بینا نحن جلوس عند علی فی
الرحبة اذطلع الحسین قال ان الله
ذکر قوما لقوله فما بکت علیهم
السماء والارض والذی فلق الحبة
وبرا النسمه لیقتلن هذا و لتبکین
علیه السماء والارض عن ابن عباس

امام ثعلبی نے سدی سے روایت کیا ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو حضرت پر آسمان رویا اور اس کا رونا آسمان کی سرخی ہے۔ ابن سیریں کہتے ہیں کہ آسمان کی سرخی قبل شہادت امام حسینؑ نہیں دکھلائی دیتی تھی۔ قاضی سلیم کہتے ہیں کہ شہادت امام کے ایام میں آسمان سے خون برسا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ زمین اور آسمان نہیں روئے سوائے حضرت یحییٰ اور میرے فرزند حسینؑ پر کثیر بن شہاب الحارثی بیان کرتے ہیں کہ مقام رحبہ میں ہم لوگ حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں امام حسینؑ نظر پڑے تو امیر المومنین نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اس آیت "فما بکت علیهم السماء" والارض میں کچھ لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ قسم ہے اس کی جس نے دانوں کو شگافتہ کیا ہر آئینہ یہ میرا فرزند قتل کیا جاویگا اور اس پر آسمان اور زمین روئیں گے۔

قال ان يوم قتل الحسين قطرت السماء دما وان هذه الحمرة التى ترى فى السماء ظهرت يوم قتله ولم ترقبله و ان ايام قتله لم ترفع حجر فى الدنيا الا وجد تحته دم۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جس دن امام حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے خون ٹپکا اور یہ آسمان کی سرخی جو دکھلائی دیتی ہے اسی دن سے ظاہر ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں نظر آتی تھی اور ان دنوں جب حضرت شہید ہوئے ہیں دنیا میں زمین سے کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر اس کے نیچے تازہ خون ہوتا تھا۔

(ینابیع المودۃ للقندوزی جلد دوم صفحہ ۳۵۶ و صفحہ ۳۵۷ طبع قسطنطنیہ)

(ب)

عن نصرة الازدية انها قالت لما قتل الحسين بن على امطرت السماء دما فاصبحنا وحباينا وجرادنا مملوة دما وظهر يوم قتله من الايات ايضا ان السماء اسودت اسودادا عظيما حتى رويت النجوم نهارا ولم يرفع حجر الا وجد تحته دم عبيط وان السماء احمرت لقتله وانكسفت الشمس حتى بدى

نضرۃ الازدیہ کہتی ہیں کہ جب امام حسینؑ قتل ہوئے تو آسمان سے خون برسا۔ ہم لوگوں نے اس حالت میں صبح کی تھی کہ ہمارے تمام گھڑے مٹکے خون سے بھر گئے تھے اور شہادت کے دن بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئیں آسمان بالکل سیاہ ہو گیا۔ گھٹا ٹوپ اندھیاری کی وجہ سے دن کو تارے دکھلائی دیے۔ کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر اس کے نیچے خون تازہ ملتا تھا۔ آسمان حضرت کی شہادت کی وجہ سے بالکل سرخ ہو گیا۔

الكواكب نصف النهار وظن الناس
ان القيامة قد قامت و ان السماء
مكثت بعد قتله سبعة ايام ترى على
الحيطان كانها ملاحف معصفرة
من شدة حمرتها وضربت
الكواكب بعضها بعضا ونقل ابن
الجوزى عن ابن سيرين ان الدنيا
اظلمت ثلاثة ايام ثم ظهرت
الحمرة فى السماء وقال ابو سعيد
مارفع حجر من الدنيا الا وتحته دم
عبيط ولقد مطرت السماء ومابقى
اثره فى الثياب مدة حتى تقطعت
واخرج الثعلبى ان السماء بكت
وبكاءها حمرتها وقال غيره
احمرت افاق السماء سبعة اشهر
بعد قتله ثم لا زالت الحمرة ترى
بعد ذلك وان ابن سيرين قال
اخبرنا ان الحمرة التى من الشفق لم

سورج کو گہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ دن
دوپہر تارے دکھلائی دیے۔ لوگوں نے
خیال کیا کہ قیامت آگئی۔ اور آسمان سات
روز تک بالکل سرخ ہوگیا۔ دیواروں پر
دھوپ کی سرخی ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کسم
کی گہری رنگی ہوئی چادریں ہیں ستارے
آپس میں ٹکراتے تھے علامہ ابن جوزی ابن
سیریں سے نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت
پہلے دنیا تین دن تک اندھیری رہی اس کے
بعد آسمان سرخ ہوا ابوسعید کہتے ہیں کہ دنیا
میں کوئی پتھر نہیں اٹھایا گیا لیکن اس کے نیچے
تازہ خون تھا اور آسمان سے خون کی بارش
ہوئی یہاں تک کہ سرخی کا اثر کپڑوں پر مدت
تک باقی رہا اور سرخی نہ چھوٹی سوائے اس
کے کہ کاٹ ڈالا گیا۔ امام ثعلبی نے روایت
کی ہے کہ آسمان کے کنارے (شدت کے
ساتھ) چھ ماہ تک بعد شہادت سرخ رہے
اس کے بعد بھی سرخی مٹی نہیں بلکہ بعد کو بھی
دکھلائی دیتی ہے۔ ابن سیریں کہتے ہیں

تکن قبل قتل الحسین وذکر ابن سعد ان ھذہ الحمرۃلم ترفی السماء قبل قتله وقال ابن الجوزی حکمة ان غضبا یوثر حمرۃ الرجة والحق تنزہ عن الجسمیه فاظھر تاثیر غضبه علی من قتل الحسین حمرۃ الافق اظھار العظم الجنایة۔

کہ ہم کو یہ خبر پہونچی ہے کہ شفق کی سرخی قبل شہادت حسینؑ نہیں دکھلائی دیتی تھی۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ سرخی قبل شہادت امام آسمان پر نہیں دکھلائی دیتی تھی۔ علامہ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ غصہ کی وجہ سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور خدا کی ذات جسم و جسمانیت سے بری ہے اس لیے اس نے امام حسینؑ کے قتل میں اپنے غیظ و غضب کا اظہار آسمان کے کناروں کے سرخ ہونے سے کیا۔ تاکہ اس سے ظاہر یہ ہو جائے کہ امت نے بہت بڑا گناہ کیا۔

(صواعق محرقہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۱۶ طبع میمنیہ مصر)

(ج)

ولما قتل الحسین بکت الدنیا سبعة ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرۃ والکواکب یضرب بعضھا البعضا وکان قتله یوم عاشوراء وکسفت الشمس ذلک الیوم واحمرت افاق السماء ستة اشھر بعد قتله ثم لا زالت الحمرۃ تری فیما بعد ذلک الیوم ولم تکن فیما قبله۔

اور جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو سات دن تک دنیا روئی اور آفتاب دیواروں پر ایسا تھا (یعنی دھوپ) جیسے کسم کی رنگی ہوئی چادریں اور ستارے آپس میں ٹکراتے تھے اور حضرت روز عاشور شہید ہوئے اور اسی روز سورج کو گہن لگا اور بعد شہادت چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر اس روز سے ہمیشہ سرخی دکھائی دیتی ہے اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آتی تھی۔

(ما ثبت بالسنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۲۵ و صفحہ ۲۶ کانپور)

آسمان کے رونے کا ذکر تفسیر در منثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۶ صفحہ ۳۹ مصر اور تفسیر فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۳۶ طبع مصر میں بھی ہے۔

اولیا عظام وصوفیائے کرام کا غم حسینؑ میں رونا

وقال الزھری لما بلغ الحسن البصری خبر قتل الحسین بکی حتی اختلج صد غلھم ثم قال اذل اللہ امۃ قتلت ابن نبیھا۔

زہری کہتے ہیں کہ جب خواجہ حسن بصری کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو اس قدر روئے کہ ان کی کنپٹیاں شدت گریہ میں پھڑکنے لگیں۔ کہنے لگے کہ خدا اس امت کو ذلیل کرے کہ اس نے اپنے نبی کے نواسے کو شہید کیا۔

(ینابیع المودۃ جلد ۲ صفحہ ۳۳۱)

سفیان ثوری کے متعلق "مقاتل الطالبین" ابو الفرج اصفہانی کے حوالہ سے اور شیخ کمال الدین کے بارے میں "ذخیرۃ المال" کے حوالہ سے اس سے پہلے کسی دوسرے مقام پر بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ اہل بیت رسول کے مصائب میں رونے اور فریاد کرنے کو علامت ایمان سمجھتے ہیں اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ کیونکہ نہ گریہ کرتے رہے ہونگے اسیطرح شیخ سہل بن عبد اللہ تستریؒ کے رونیکا تذکرہ بھی کسی مقام پر روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے اور امام بوصیری اور شیخ شہاب الدین عبد القادر کے گریہ کے متعلق بھی کسی جگہ تشریح کی جا چکی ہے۔ شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر، مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰ منیری، سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی، مخدوم شیخ علاء الحق

پنڈوی، خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز سید عبد الرزاق بانسوی وغیرہم کا ایام عزا میں رونا اور مجالس عزا برپا کرنے کا تذکرہ "غم حسینؑ" کے حوالہ سے اوپر لکھ چکا ہوں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اولیاء اللہ ہیں جو امام حسینؑ پر گریہ وزاری کرتے اور عشرہ محرم کو ایام عزا سمجھتے تھے۔

خواجہ منصور اصفہانی مقتدائے احناف خواجہ علی غزنوی حنفی، مجد الدین ہمدانی، شیخ ابو الفتوح نصر آبادی، خواجہ محمود حدادی حنفی، خواجہ امام شرف الائمہ، ابو نصر سنجانی، خواجہ تاج اشعری نیشاپوری، شیخ احمد شیبانی رحمہم اللہ یہ وہ لوگ ہیں جو امام مظلوم کے غم میں گریہ وماتم کرتے تھے۔ دیکھو اخبار الاخیار محدث دہلوی وکتاب نقض الفضائح ملا عبد الجلیل رازی ہے۔ ایسے ہی اور بہت سے مشائخ وصوفیائے کرام ہیں جنکے "ملفوظات" سے ان کے گریہ وزاری وتعزیہ داری کرنے پر روشنی پڑتی ہے۔ جیسے مولانا عبد الرحمٰن صاحب محدث پانی پتی، شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی، مخدوم وارث علی شاہ صاحب دیوہ شریف، حافظ محرم علی شاہ صاحب خیر آبادی اور مولانا شاہ عبد الرحمٰن صاحب المخاطب بہ مقبول النبی لکھنوی وغیرہم کے یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو مسلمانوں کے روحانی پیشوا تھے۔ لیکن ان حضرات کو عزاداری امام مظلوم میں خاص شغف تھا۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن کے مزار پر سال بھر تک برابر تعزیے رکھے رہتے ہیں۔ مولانا شاہ عبد الرحمٰن صاحب المخاطب بمقبول النبی کے حالات میں لکھا ہے کہ:-

حضرت مولانا در عشرہ محرم الحرام بر استماع مصائب امامین علیہما السلام رغبت میدا شتند چنانچہ از شیخ غضنفر علی اکثر مرثیہ ہائے موودب واز مولوی نوراللہ کتاب دہ مجلس ودیگر روایات سماعت فرمودہ وآب دیدہ می شدند (انوار الرحمٰن تنویر الجنان صفحہ ۱۱۵)

اس صفحہ پر ہے کہ:

حضرت مولانا عشرۂ محرم میں امام حسنؑ وامام حسینؑ علیہم السلام کے مصائب کو سننے کی جانب راغب رہتے تھے چنانچہ شیخ غضنفر علی اکثر مرثیہ پڑھ کر سناتے اور مولوی نوراللہ کتاب، دہ مجلس یا دوسرے روایات کو سناتے تھے جسکو سنکر حضرت آنسو بھرلاتے تھے۔

اسی صفحہ پر ہے:۔

تبدیل پوشاک بروز جمعہ معمول حضرت بود مگر در عشرۂ محرم الحرام بروز جمعہ تبدیل پوشاک نمی کردند صرف غسل وپارچۂ مستعمل می پوشیدند۔	حضرت کا یہ طریقہ تھا کہ ہمیشہ جمعہ کے دن لباس تبدیل فرماتے تھے۔ لیکن اگر جمعہ محرم کی دسویں کو پڑتا تو لباس تبدیل نہیں فرماتے بلکہ غسل فرماکر استعمال کپڑا پہن لیتے تھے۔ عاشور کو پوشاک بدلنے میں کراہت ہے۔

صفحہ ۱۱۶ پر ہے کہ:۔

درسال آخر عمر شریف یوم عشرۂ محرم الحرام بروز جمعہ افتادہ بعد فراغت نماز جمعہ آنحضرت بربستر	حضرت مولانا کی عمر شریف کے آخر سال عشرہ محرم جمعہ کے دن پڑا نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد حضرت بستر مبارک پر لیٹ گئے

سر پر خاک ڈالنے کا استحسان

مبارک دراز شدند واز مریدین ومعتقدین حاضرین وقت حکایات معرکہ کربلا بیان می فرمودند چنانچہ مولوی محمد نوراللہ کتاب دہ مجلس روبروئے آنحضرت می خواند و آں حضرت بگوش حق نیوش سماعت فرمودہ آبدیدہ می شدند. دریں اثنا بمولوی مجید الدین مھونوی مرید خاص را ارشاد فرمودند کہ اندکے خاک بیار عرض نمود کہ دریں جاخاکے بدستم نیامد فرمودند کہ کلوخھائے گل دراین جا بسیار اند یکلوخ راسائیدہ زودتر نزدمن آر وآنحضرت برائے حاجت استنجا تشریف می بردن. چنانچہ مولوی مذکور زود

اور مریدین ومعتقدین ودوسرے حاضرین سے واقعہ کربلا بیان فرمایا اور حضرت کے سامنے مولوی نوراللہ صاحب کتاب دہ مجلس سے واقعہ شہادت پڑھنے لگے حضرت نے گوش حق نیوش سے سماعت فرمایا اور آبدیدہ ہوئے۔ اسی اثنا میں حضرت نے مولوی مجید الدین صاحب مھونوی سے جو مرید خاص تھے۔ یہ ارشاد کیا کہ تھوڑی سی خاک لاؤ۔ انھوں نے عرض کیا کہ اس جگہ مجھ کو خاک نہ ملے گی فرمایا کہ یہاں پر مٹی کے کلوخ بہت ہیں ایک کلوخ کو توڑ کر اس کی خاک میرے پاس جلد لایئے۔ اس کے بعد حضرت استنجا کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب موصوف بہت جلد ہی خاک لے آئے اور مسجد کے زینہ کے قریب ہی حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے دست مبارک سے ایک چٹکی خاک لے کر اپنے سر مبارک پر

کلوخے را سائیدہ قریب زینہ مسجد
شریف پیش آنحضرت نمود
آنحضرت یک چنگی خاک را
از دست مبارک گرفتہ
بر سر مبارک کہ برہنہ بود
انداختند بوقت شام میاں تاج الدین
صاحب و محمد حسین خان
صاحب کہ ازمرید ان خاص بودند
عرض نمودند کہ امروز کہ
از آنحضرت حرکتے بوقوع
آمدمایاں را خیلے تعجب رونمود
فرمودند کہ بروز شہادت امام
حسین علیہ السلام حضرت ام
سلمہ درمدینہ منورہ خوابے دیدند
کہ رسول صلعم شیشہ خوں
در دست و برہنہ سر وریش مبارک
گرد آلودمی آیند حضرت ام سلمہ
عرض نمودند کہ یارسول اللہ صلعم
من در دنیا بدیں صورت آنحضرت
راگاہے ندیدہ بودم امروز چہ واقعہ

ڈال لیا حضرت ننگے سر تھے۔ شام کے وقت
میاں تاج الدین صاحب اور محمد حسین خاں
صاحب جو خاص مریدوں میں سے تھے
ان ہر دو صاحبان نے عرض خدمت کیا کہ
آج حضرت سے عجیب حرکت ظاہر ہوئی
ہے۔ (یعنی سر پر خاک ڈالا ہے) اس کی
وجہ سے ہم سب کو سخت تعجب ہے۔ فرمایا کہ
روز شہادت امام حسینؓ حضرت ام سلمہ نے
مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا تھا
کہ حضرت رسول صلعم ننگے سر ہیں اور ریش
مبارک گرد آلود ہے اور ہاتھ میں ایک شیشی
ہے جس میں خون ہے۔ حضرت ام سلمہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ میں نے دنیا میں کبھی
بھی آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھا۔ آخر
کیا ماجرا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں
اس وقت کربلا میں اپنے فرزند حسینؓ کے قتل
گاہ میں تھا اس لیے یہ حالت ہے۔ جب
مدینہ منورہ میں شہادت کی خبر پہونچی تو
معلوم ہوا کہ امام حسینؓ اسی وقت شہید
ہوئے تھے۔ جس وقت کہ خواب دیکھا

عاشور کو سر پر خاک ڈالنی سنت ہے۔

پیش آمد فرمودند که ایں وقت من در کربلا درمقتل حسینؑ خودبودم هر گاهیکه خبر شهادت درمدینه منوره رسید همان وقت که در خواب دیده بودند در جواب آں باذ محمد حسین خاں صاحب عرض نمودند که معامله خواب راسنت پیغمبر تواں گفت فرمودند که نزد ماخواب حضرت ام سلمه عین مشاهده است ایں سنت که ازمن باقی بوداداکردم وآں هم دستور حضرت مولانا بود قدرے ازنانهائے لنگر حسینی طلب مرموده تبر کامی چشیدند۔

گیا تھا۔ اس کے جواب میں محمد حسین خاں نے عرض کیا کہ کیا خواب کے واقعات پر بھی سنت رسول کا اطلاق ہوسکتا ہے فرمایا کے ہمارے نزدیک بی بی ام سلمہ کا خواب عین مشاہدہ ہے۔ یہ سنت جس پر عمل کرنا اب تک باقی تھا آج میں نے اسپر عمل کیا۔ مولانا کا یہ بھی دستور تھا کہ حسینی لنگر سے روٹی طلب کرکے بطور تبرک تھوڑی نوش فرمایا کرتے تھے۔

صفحہ ۱۷۱ پر ہے کہ:۔

شب عاشور بعد نماز تهجد که درانوقت اواز نوحه ها بگوش آنحضرت رسید فرمودند که ایں نوحه کیست حاضرین عرض نمودند

ایک مرتبہ شب عاشور نماز تہجد کے بعد نوحہ کی آواز حضرت کے کان تک پہونچی دریافت فرمایا کہ یہ نوحہ کون پڑھ رہا ہے۔

که صبح یوم عاشوراست ایں نوحه مومنین شیعه است ارشاد گردید که اگر حق تعالی نوحه آنها را قبول فرموده بهشت را به گریه امام حسینؑ علیه السلام موقوف داشته شیعه ها از سنیاں بازی بردند حاضرین باز عرض نمودند که نوحه اینها از خلوص دل نیست فرمودند که از سنیاں ایں قدر هم نمی شود۔

حاضرین نے عرض کیا کہ عاشور کی صبح ہے مومنین شیعہ نوحہ کر رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ نے ان لوگوں کے نوحہ کو قبول فرمایا اور بہشت کو گریہ حسینؑ ہی پر موقوف رکھا ہے تو شیعوں نے سنیوں سے بازی جیت لی۔ حاضرین نے دوبارہ عرض کیا کہ ان کا نوحہ خلوص سے نہیں ہے فرمایا کہ سنیوں سے تو یہ بھی نہیں ہوتا۔

ائمہ اسلام وعلمائے کرام کا غمِ حسینؑ میں مرثیہ کہنا

امام شافعی نے امام حسینؑ کا مرثیہ کہا ہے۔

(ینابیع المودۃ جلد دوم صفحہ ۳۳۳ و ۳۵۶، معراج الاصول حافظ جمال الدین الزرندی المدنی)

امام شرف الدین محمد البوصیری نے بھی مرثیہ کہا ہے جو (ہمزیہ کے نام سے) مشہور ہے۔ جس کے کچھ اشعار اس رسالہ میں کسی مقام پر نقل کیے جا چکے ہیں۔

(جواہر العقدین امام سمہودی۔ الحسین جلال الحسینی صفحہ ۳۳ طبع مصر)

علامہ عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے بھی مرثیہ کہا ہے۔

(الحسین جلال الحسینی ۲۴۳ طبع مصر)

علامہ عبدالباقی آفندی العمری الموصلی نے مرثیہ کہا ہے۔

(الحسین صفحہ ۲۴۳)

علامہ محمد بن عقیل المصری نے مرثیہ کہا ہے۔

(الحسین جلال الحسینی صفحہ ۵ے اطبع مصر)

علامہ شہاب الدین ابن عبدالقادر العجیلی نے بھی مرثیہ کہا ہے (ذخیرۃ المال) ان کے علاوہ علمائے اہل بیت کی کثیر تعداد ہے۔ جنھوں نے مراثی کہے ہیں۔

امام حسینؑ کا مرثیہ کہنے والے کا مجاہدین کربلا میں شمار ہونا

ونقل ابن الجوزی ان ابن الهبارية الشاعر اجتاز بكربلا فجعل يبكی علی الحسین واهله رضی الله عنهم وانشد شعرا.............ثم نام فی مكانه فرائی النبی صلعم فی المنام فقال له جزاک الله خير ابشر فان الله قد كتبک ممن جاهدين يدی ابن الحسين۔

(ینابیع المودۃ، جلد دوم، صفحہ ۳۳، طبع قسطنطنیہ)

علامہ سبط ابن الجوزی اپنے تذکرہ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ ابن ہباریہ شاعر کا گزر جب کربلا سے ہوا تو امام حسینؑ کی مصیبت پر رونے لگا اور یہ مرثیہ کہا اس کے

بعد سو گیا اور خواب میں حضرت سرور عالم کو دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں خدا تجھے نیک بدلا دے تجھ کو بشارت ہو کہ اس کے عوض میں خدا نے تجھے مجاہدین کربلا کے گروہ میں قرار دیا ہے۔

خاتم العلماء عزیز المفسرین
مولانا شاہ عبد العزیز محدث دھلوی

مصنف تحفہ اثنا عشریہ کا مجلس کرنا اور سلام اور مرثیہ کو سن کر رونا اور اس کو باعث ثواب سمجھنا

مولانا شاہ محمد فخر عالم صاحب سجادہ نشین خانقاہ بھاگلپور نے اپنے قدیم کتابوں اور خطوں کے ذخیرہ سے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا ایک پرانا مکتوب عزاداری اور مجالس کے متعلق حاصل کر کے مجلۂ علمیہ معارف بابتہ ماہ اکتوبر ۳۴ء آثار علمیہ وادبیہ کے تحت میں شائع کر دیا ہے۔ اس خط کے متعلق مولانا شاہ فخر عالم صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

یوں تو مراسلہ نگار کی ذات ہی اس قابل ہے کہ جو ٹکڑا بھی آپ کی تصنیف و تالیف کا مل جائے تو ہم لوگوں کے لیے باعث صد نازش ہے۔ چہ جائیکہ ایسے موضوع پر کہ جس کے عمل کی وجہ سے صوفیائے کرام کا گروہ ہدف ملامت ہوتا آرہا ہے آپ جیسے مقدس متبحر فاضل ومحدث کا لکھا ہوا خط جس میں وہ اپنے عمل اور معمولات کو ظاہر کرتے ہیں کیوں نہ قابل قدر اور لائق عمل ہو۔

نقل خط حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ

بنام

احمد یار خاں ساکن کشن گنج کھگوا

از فقیر عبد العزیز بعد سلام مسنون مکشوف ضمیر و ذکا تخمیر باد که عنایت نامه سامی بار دیگر درمقدمه مرثیه خوانی وغیره وصول نموده. انچه دریں باب معمول فقیر است می نویسد از همیں جاقیاس باید کرد در تمام سال دو مجلس درخانه فقیر منعقدمی شود یکے مجلس ذکر وفات شریف دوم مجلس ذکر شهادت امام حسینؑ

فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد سلام مسنون کے واضح رائے عالی ہو کہ جناب کا گرامی نامہ دوسری مرتبہ مرثیہ خوانی وغیرہ کے متعلق موصول ہوا۔ اس بارے میں فقیر کا جو کچھ معمول ہے اسے لکھا جاتا ہے اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ پورے سال میں فقیر خانہ پر دو مجلیس منعقد ہوتی ہیں ایک ذکر وفات شریف کی دوسرے شہادت امام حسین علیہ السلام کے ذکر کی مجلس جو عاشور کے دن یا اس سے دو ایک دن پہلے چار سو پانچ سو اور کبھی کبھی ہزار کے قریب لوگ جمع ہوتے ہیں

و مردم روز عاشورا یا یک روز دو
روز پیش ازیں قریب چهار صد
پانصد کس بلکه گاهے قریب
هزار کس فراهم می آیند درود
میخوانند. بعد ازاں که فقیر بر آید
و می نشیند ذکر فضائل حسنینؓ
در حدیث شریف وارد شده
دربیاں می آید وانچه دراحادیث
اخبار شهادت ایں بزرگاں وبد
مآلی قاتلاں ایشاں وارد شده نیز
مذکور میشود بایں تقریب بعضے شد
اند که برجناب ایشاں گزشته
ازروئے احادیث معتبر بیان کرده
میشود وهم دریں ضمن مرثیهائے که
از مردم غیر یعنی جن وپری حضرت
ام سلمه و دیگر صحابه شنیدند
نیز مذکور میشود بعد اذاں ختم قرآن
وپنج آیت خوانده برما حضر

اور کبھی کبھی ہزار کے قریب لوگ جمع ہوتے
ہیں اور درود پڑھتے ہیں اور جب فقیر باہر آتا
ہے اور بیٹھتا ہے تو امام حسین کے وہ فضائل
جو احادیث میں مذکور ہیں بیان کیے جاتے
ہیں ان بزرگوں کی شہادت کے متعلق اور ان
کے قاتلوں کی بدانجامی کے متعلق جو کچھ اخبار
واحادیث میں ہے وہ بھی بیان کیا جاتا ہے
اس سلسلہ میں ان شدائد ومصائب کا بھی
تذکرہ ہو جاتا ہے جو احادیث معتبرہ کی رو
سے آپ حضرات پر گزرے ہیں اور وہ
مرثیے بھی پڑھے جاتے ہیں جنھیں حضرت
ام سلمہ اور دوسرے صحابیوں نے جنوں اور
پریوں سے سنا ہے اس کے بعد ختم قرآن اور
پنجسورہ پڑھا جاتا ہے اور ماحضر پر فاتحہ دیا جاتا
ہے اس وقت میں اگر کوئی خوش الحان شخص
سلام یا مرثیہ شروع پڑھنا شروع کرتا ہے تو
اس کے سننے کا اتفاق ہوتا ہیاور ظاہر ہے کہ
اس حالت میں اکثر حاضرین مجلس اور خود فقیر

فاتحه نموده می آید و دریں وقت
اگر شخصے خوش الحان سلام
میخواند یا مرثیه مشروع شروع
می کند اتفاق شنیدن میشود
ظاهر است که دریں اکثر حضار
مجلس را وایں فقیر راهم رقت
وبکا لاحق می شود پس
اگرایں چیز بانز دفقیر بهمیں
وضع جائز نمی بود اقدام برآں
اصلانمی کردو انچه امور دیگر نا
شروع است اما حاجت بیان
ندارد و امام شافعی می فرماید ۔
لو کان رفضا حب ال محمد
فلیشهد الثقلان انی رافضی
زیاده بجز توفیق حسنات چه بر ندارد

پر گریہ وبکا طاری ہو جاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں فقیر کے نزدیک اسی طریقہ سے جائز نہ ہوتیں تو کبھی ان پر اقدام نہ کرتا اور دوسرے جو غیر شرعی امور ہیں ان کے بیان کی حاجت نہیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں۔

اگر آل محمد کی دوستی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔ فقط۔

۱۱۸۹

مہر

هو العزیز الولی الرحیم

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ خط ان کی فقہ کی کتاب موسومہ فتاوائی عزیزیہ جلد اول صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۳ھ میں بھی موجود ہے۔ لیکن میں نے

دارالمصنفین اعظم گڈھ کے ارگن رسالہ معارف (جو زیر ادارت سید سلیمان ندوی نکلتا ہے) کے حوالہ سے اس لیے لکھا ہے تاکہ اس نمیقہ انیقہ کے مہتم بالشان ہونے میں کسی قسم کا شک نہ رہے۔

عزاداری آثار اسلام میں سے ھے

اوراس سے فوائد دینی حاصل ہوتے ہیں

تعزیہ وامام باڑہ کی تعظیم ضروری ہے

مصنف کتاب معرکہ آرا، یہ کتاب شیعوں کی رد میں ہے) جناب مولانا سلامت علی خاں طبیب ولد شیخ محمد عجیب المعروف بہ خداقت خاں دہلوی ثم بنارسی جو ارشد تلامذہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں اور جن کا شمار افاضل متکلمین اہل سنت میں ہے۔ اپنی کتاب تبصرۃ الایمان (یہ کتاب بھی شیعوں کی رد میں ہے) کے صفحہ ۳۲۰ میں تعزیہ داری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

للہ الحمد کہ آں از آثار اسلام وعالمے بوجوہات کثیرہ ازاں بہرہ اندوز و فوائد دینی ازاں حاصل است۔	خدا کا شکر ہے کہ تعزیہ داری اثار اسلام میں سے ہے اور ایک عالم بہت سی وجہوں سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اور اس سے دینی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

اس عبارت کے بعد امام باڑہ اور تعزیہ کی تعظیم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

وشک نیست دراں کہ امام باڑہ نقل تربت شریف بعد مرتب شدن لائق تعظیم است بالضرورو ادب آں شایان ایمان۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام باڑہ تعزیہ تربت اور ضریح وغیرہ بننے اور مرتب ہونے کے بعد ضروری اور لازمی تعظیم کے لائق ہیں اور ان چیزوں کی تعظیم اور ادب کرنا اہل ایمان کے شایان شان ہے۔

تبصرہ الایمان صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۶ھ

مولانا عبدالرحمٰن صاحب المخاطب بمقول النبی "تعزیہ" کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:-

ایں درہندوستان شعائر اعظم دین است چراکہ نام نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلند گردیدن گویا نام آنحضرت صلعم بلند شدن است وعلاوہ ازیں نفع رسانی خلائق بھر نوع می شود و درباب رفتن زیارت تعزیہ ھا ارشاد فرمودند کہ اگر تعزیہ راضریح مبارک تصور

"تعزیہ" ہندوستان میں دین کے شعائر اعظم میں سے ہے۔ اس لیے کہ نواسہ رسولؐ کے نام کا بلند ہونا گویا خود آنحضرت صلعم کے نام کا بلند ہونا ہے اس کے علاوہ اس سے نفع خلائق تو بہر نوع حاصل ہوتا ہی ہے۔ اور تعزیہ کی زیارت کرنے جانے کے لیے ارشاد فرمایا کہ اگر تعزیہ کو ضریح مبارک سمجھ کر اسی ادب واحترام کے ساتھ جائیں تو

گردیده به بهمان آداب روند مضائقه نه دارد و اگر بانس وکاغذ فقط خیال کرده برائے سیر روند نباید ومقام زیارت راسیر گفتن موجب خطاست درمیاں همیں گفتگو شخصے عرض نمود ضریح مبارک یک است وایں تعزیه هاهزاران اندتعظیم وآداب چگونه شود. فرمودند که درمکه شریف خانه خدا یک است و نقل آں هزار هامسجد اندچگونه تعظیم آنها میسازند۔

اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر صرف بانس اور کاغذ سمجھ کر سیر کرنے کے لیے جائیں تو ایسا نہ چاہیے۔ زیارت کی جگہ کو سیر کہنا یہ غلطی ہے دوران گفتگو میں ایک شخص نے عرض کیا کہ ضریح مبارک (جو کربلا میں ہے) وہ ایک ہے اور تعزیہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں لہذا تعظیم وادب کیونکر ہو فرمایا کہ مکہ شریف میں خانہ خدا ایک ہی ہے اور اس کی نقل میں ہزاروں مسجدیں ہیں تو ان مسجدوں کی کیونکر تعظیم کی جاتی ہے۔

(انوار الرحمٰن لتنویر الجنان صفحہ ۱۱۵)

علمائے صالحین نے تعزیہ داری کی ترویج کیلئے فتوی دیا ھے

اورمحی السنتہ اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند تعزیہ داری کا کبھی مزاحم نہیں ہوا۔

یہ ظاہر ہے کہ سلاطین مغلیہ کے زمانہ میں علمائے اہل سنت کا کافی دور دورہ رہا ہے وہ حضرات احیائے سنت ومحو بدعت میں برابر جدوجہد کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بھی یہ حالت رہی ہے کہ شیخ عبدالنبی صدر۔ اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطانپوری ایسے کڑ اور سخت قسم کے علماء استیصال بدعات اور امحائے رواسم غیر شرعی میں بیحد کدوکاوش کرتے رہے ہیں بس انتہا یہ تھی بیچارے شیعہ بجرم رفض روزانہ قتل کیے جاتے تھے اوران کی لاشیں قبر سے نکال کر پھینک دی جاتی تھیں اور انھیں علماء کے فتاوے مظالم اور خون ناحق کے ذمہ دار ہوتے تھے (جیسا کہ آئین اکبری، اکبرنامہ، تاریخ منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی سے ظاہر ہے) جب اکبر کے زمانہ میں یہ حالت تھی تو پھر متعصب سلاطین کے دور میں جو حالت رہی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ اس زمانہ دراز میں علمائے اہل سنت برابر کتابیں لکھتے رہے، فقہی رسائل تصنیف کیے گئے، فتاوے

کی بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی۔ مثل فتاوائے عالمگیری، فتاوائے، قاضی خاں مگران مسند نشینان شریعت نے کوئی فتوی عدم جواز تعزیہ داری پر یا اس کے بدعت وحرام ہونے کے متعلق کبھی بھی نہیں دیا اور نہ اپنی کتابوں میں ہی اس کے خلاف کچھ تحریر فرمایا اور نہ کبھی بادشاہ وقت کو اس کے انسداد کی ترغیب دی۔

شاہجہاں جو ایک باخبر اور متعصب بادشاہ تھا اس نے بھی اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی۔ اس بادشاہ کا وزیر اعظم سعد اللہ خاں جو عالم متجر تھا اور اس عہد کا قاضی القضاۃ مستعد خاں جو سخت قسم کا حنفی المذہب تھا مگر ان دونوں نے بھی کسی قسم کا تعزیہ داری کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر جس کی شرعی ہیبت اور پابندی دین کا اس وقت ڈنکا بج رہا تھا اور جو محی السنۃ کے نام سے اسوقت تک یاد کیا جاتا ہے لیکن وہ بھی کبھی تعزیہ داری کا مزاحم نہیں ہوا۔

مولانا عبدالواحد نبیرہ مولانا عبدالعلی فرنگی محلی اپنے رسالہ، ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں:۔

مراسم تعزیہ داری امام علیہ السلام ازصد ھاسال جاری و مروج است ودرزمانہ سلاطین اھل اسلام و متشرع مانند جلال الدین اکبر وجھانگیر وشاھجھان وعالمگیر اورنگ زیب وغیرہ کہ	مراسم تعزیہ داری صدہا سال سے جاری و مروج ہیں متشرع شاہان اسلام کے زمانہ میں بھی مثل جلال الدین اکبر، جانگیر وشاہجہاں اور عالمگیر اورنگ کے زمانہ حکومت میں تعزیہ داری ہوتی تھی یہ وہ سلاطین تھے جو تمام مملکت ہند میں قابو یافتہ

در تمامی ملک خود نافذ الامر
کلی بودند لوازم تعزیه داری
بوجه احسن بتقدیم می رسد
ونواب سعد الله خان وزیر اعظم
شاهجهان عالم متبحر وقاضی
القضات مستعد خان خود که هر
یک حنفی المذهب بودند ویگر
علمائے آن زمان اگر مراسم
مذکوره را خلاف شرع دیدمے
بنداشتند بحضور سلاطین
معروض ساخته در تمامی ملک
موقوف می کنانیدند که
درسر کار شاهی اختیار کلی می
داشتند وبادشاه هم متشرع بودند
بذات خود در تمامی ملک
وتحت حکومت خود موقوف
میکردند ودران عهد عموماً
وخصوصاً مروج بود تا حال

تھے اور ان کے حکم احکام جاری تھے اس
زمانہ میں بھی تعزیہ داری کے رسوم اچھی
طرح ادا کیے جاتے تھے۔ نواب سعد اللہ
خاں وزیر اعظم شاہجہاں بادشاہ ایک
زبردست عالم تبحر تھا۔ ایسے ہی قاضی
القضات مستعد خاں جو علامہ دوراں تھے
یہ لوگ حنفی مذہب کے سختی سے پابند تھے
ان کے علاوہ اور دوسرے علماء بھی تھے
لیکن ان میں سے ایک نے بھی تعزیہ
داری کی مخالفت نہیں کی اگر تعزیہ داری
خلاف شرع ہوتی تو یقیناً یہ لوگ بادشاہ
سے کہہ کر بند کرا دیتے اس لیے کہ یہ لوگ
دربار شاہی میں کافی رسوخ واختیار رکھتے
تھے اور خود بھی متشرع وپابند مذہب تھے
اس لیے اگر کوئی اس جانب ان کو متوجہ بھی
نہ کراتا تو خود سے بند کرا دیتے لیکن اس
کے برعکس تعزیہ داری اس زمانہ میں عام
طور سے جاری تھی اور اب بھی رائج ہے

جاری است و انشاء اللہ تا قیامت جاری خواهد ماند و کسے از عوام و خواص ازاں زماں تا حال انحراف ازاں نہ کردہ دریں صورت ترویج آں ماباجماع امت ثابت و متحقق است۔

اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی۔ آج تک کسی نے بھی چاہے عوام میں سے ہو یا خواص میں سے اس زمانہ سے اب تک کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی اس صورت میں گویا تعزیہ داری کی ترویج اجماع امت سے ثابت و متحقق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے عالمان دین نے اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا تھا

علمائے صالحین ایں عصر رواسم مذکورہ راز شعائر اسلام تصور فرمودہ قطعا فتوئ برائے ترویج وقیام آں دادہ اندپس ازیں عصر و زماں علمائے صالحین به ترویج وقیام تعزیہ امام مظلوم حکم که دادہ اند بجاودرست و ترویج آں موجب ثواب واجر عظیم است (ازالة الاوهام مصنفہ مولانا عبدا لواحد نبیرۂ مولانا عبدا لعلی بحر العلوم فرنگی محلی)

اس زمانہ کے علمائے صالحین نے تعزیہ داری کو شعائر اسلام سمجھتے ہوئے اس کی ترویج و بقا کے لیے فتویٰ دیا ہے پس اس زمانہ کے علمائے صالحین نے تعزیہ رکھنے اور تعزیہ داری کرنے کے بارے میں جو فتوئ دیا ہے وہ بالکل صحیح و درست ہے اور تعزیہ داری کی ترویج ثواب واجر عظیم کا سبب ہے۔

تعزیہ وغیرہ بنانا

ادلہ شرعیہ سے جائز ہے بدعت نہیں ہے

متاخرین علمائے ہند میں قدوۃ المحققین مولانا حافظ شاہ محمد فائق صاحب حنفی ہنسوی محتاج تعارف نہیں ہیں۔ مولانا ایک زبردست محقق اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ آپ نے جواز تعزیہ داری میں ایک محققانہ اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ جس سے آپ کی قوت استدلال واستنباط کا پتہ چلتا ہے۔ اس رسالہ کا نام جواز "العزیة من الا دلة الشرعية" ہے جو دافع الزام کے نام سے مشہور ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۳۲ ہجری میں مطبع عصر جدید میرٹھ میں چھپا ہے۔ مطبوعہ رسالہ مجھ کو مولانا مرحوم کے پوتے اور جانشین جناب مولانا حافظ شاہ عبدالقادر صاحب ہنسوی ادام اللہ فیوضہ نے عطا فرمایا ہے۔

اس رسالہ کی توثیق بھی مولانا عبدالقادر صاحب زادہ مجدہ نے فرمائی ہے جو اس مقام پر درج ہے:۔

توثیق

رسالہ "أنیقہ "دافع الزام" اعنی "جواز التعزیہ من الادلة الشرعیہ"

میرے جد امجد حضرت مولانا و بالفضل اولانا مرشدنا حافظ شاہ سید محمد فائق (۱) صاحب واسطی نظامی نیازی قدس سرہ کی مبارک تصنیف ہے جو مطبع میرٹھ میں حسب ایمائے جناب راؤ محبوب علی خاں صاحب سابق میں چھپ چکا ہے للہ الحمد کہ اب دوبارہ شائع ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ بالکل صحیح ہے اور اصل نسخہ مصنف قدس سرہ سے بالکل مطابق ہے۔ فقط۔

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۶ ہجری فقیر۔ سید عبدالقادر نیازی نظامی

---

(۱) مولانا کی یہ تصانیف بہت مشہور ہیں۔
(۱) تحقیق الحق فی وجود المطلق (۲) تحقیق الفائق فی تخلیق الخلائق (۳) تحقیق السماع (۴) تحقیق البدعۃ (۵) تحقیق المسلمین فی رفع نزاع التابعین (۶) اظہار الحق (۷) تائید اسلام بجواب ترک الاسلام (۸) تنبیہ المنکرین (۹) کاشف الاسرار (۱۰) ہدایت الاسلام فی حق من ترک السلام والکلام (۱۱) کما یقول یقال (۱۲) علم الکونین الرسول الثقلین یہ سب کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل لنا ذرائع حصول الثواب وارسل رسولا لهدایتنا فعلمنا طریق حصول النجاة والاجتناب من الهلکات وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واله واصحابه خصوصاً علی من هو احب الیه من اهلبیته وعترته امابعد فهذا رسالة فی جواز التعزیة من ادلة الشرعیة اعلم ان جمیع الاشیاء یثبت احکامها من الادلة الاربعة الشریعة اولها القران ثم الحدیث ثم الاجماع فبعده القیاس اما القران فلا یوجد فیه مما نعة التعزیة ولا فی الحدیث ایضا واما الاجماع فان کان باتفاق الالوف من اتباع شخص واحد

بعد صلوۃ کے واضح ہو کہ یہ رسالہ جو جواز تعزیہ میں ہے دلائل شرعی سے پس جاننا چاہئے کہ اہل علم اس بات کو جانتے ہیں کہ ہر شے کہ جواز و عدم جواز کا ثبوت ادلہ اربعہ شرعیہ پر موقوف ہے اول قرآن دوسرے حدیث تیسرے اجماع چوتھے قیاس۔ قرآن میں تعزیہ کی ممانعت نہیں حدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ رسول اللہ صلعم نے بطور پیشین گوئی کے قیامت تک کا حال بیان فرمایا ہے اس میں اس کا کچھ ذکر نہیں کیا خلفائے راشدین نے اس کو منع نہیں کیا جامع احادیث صحاح ستہ نے اس کو منع نہیں کیا امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل جو تمام مسائل جزئیہ کو اخذ و استنباط کرنے والے

وهو يقول انه ليس بجائز فمن
كان اتباعه يقول كلهم كما يقال
المتبوع باتباعه فهذا ليس
باجماع لان قولهم جميعا هو
قول واحد للمتبوع فمثل هذا الا
جماع غير مقبول عنه اهل العلم
وان كان الوف الا لاف في
عقيدة واحدة و كل واحد يقول
انه ليس بجائز فهذا المجموع من
الاقوال ليس باجماع لانه
لمشاركتهم في المشرب
كماقال واحد يقول كلهم جميعا
لامحالة فهذا ايضاً ليس باجماع
فهو في الحقيقة ان يكون كل
واحد من اهل العلم محققا ولا
يكون احد منه متبعا للغير ولا
يسلكون في سلك واحد
ويجتهد كل واحد على اصول

ہیں اور تمام مسلمان انھیں حضرات کے
مقلد ہیں ان میں سے کسی نے منع نہیں کیا
الغرض ادلہ اربعہ سے نہ تو قرآن سے اس
تعزیہ کی ممانعت ہے نہ حدیث سے اب
رہا اجماع اور قیاس۔ اجماع کا یہ حال
ہے کہ ایک مقتدا کے اگر ہزاروں تبع
ہوں تو جو اس مقتدا کی زبان سے نکلتا
ہے جتنے اس کے تبع ہوتے ہیں سب
کے سب اسی کی سی کہنے لگتے ہیں پس
مردمان کثیر تبعین کا باہم ہم زبان ہونا یہ
اجماع نہیں یہ تو ایک شخص کے قول کی
پیروی ہے اسی طرح ہزارہا اشخاص جو ہم
مشرب اور ہم عقیدہ ہوتے ہیں اور بوجہ
ہم خیال ہونے کے ان سب کی رایوں کا
مجموعہ بہیئت کذائی حقیقۃ ایک رائے ہے
پس یہ بھی اجماع نہیں اور تعزیہ کے ناجائز

العلم فی جزئیةغیر محکومة
علیها فکان احکام مستنبطهم من
الدلائل متفقا جمیعا کلها فهذ
االاجمعا ع مقبول عند المحققین
وذلک الا جماع لم یوجد فی
عدم جواز التعزیة اصلا وما
یو جد من الا جماع فی عدم
جواز التعزیة فهو اما اقوال
المتبعین بقول مقتد اهم واقوال
الذین یکون مسلکهم واحد افما
یقول کلهم مثله وکلا هما من
اجماعین غیر مقبول عند
المحققین لعدم التحقیق فیهما
فلما ظهر من هذا البیان ان عدم
جواز التعزیة لم یثبت من القران
ولامن الحدیث ولا بالا جماع
فبقی من الادلة الاربعة دلیل
واحد وهو القیاس ولا بدله من

کہنے والے جتنے دیکھے جاتے ہیں یا بوجہ
ہم مشرب ہونے کے جو ایک کا خیال
ہوتا ہے وہی ان سب کا خیال ہوتا ہے
پس یہ بھی اجماع قابل اعتبار نہیں۔
حقیقۃً اجماع یہ ہے کہ ہر ذی علم جو کسی کا
تبع ہو کر حکم نہیں لگاتا یا بوجہ ہم مشرب
ہونے کے ایک دوسرے کی سی نہیں کہتا
بلکہ موافق اصول اور قواعد علمی کے اپنے
اپنے دلائل اور قرآن سے کسی امر جزئی
پر کوئی حکم لگائے اور بہ حسب اتفاق ان
سب کے احکام ایک دوسرے کے متفق
ہو جاویں حقیقۃً یہ اجماع ہے اور تعزیہ
کے عدم جواز میں اس قسم کا اجماع پایا
نہیں جاتا پس اس اجماع سے تعزیہ کا
عدم جواز ثابت نہ ہوا غرض کہ نہ تو
قرآن سے تعزیہ کا عدم جواز ثابت ہوا

نظير فى القران او فى الحديث
فبعد التتبع والاستقرا فيهما لم
يوجد نظير عدم جواز التعزية فى
القران ولافى الحديث بل خلافه
يوجد نظير جوازالتعزيةفى
القران والحديث الثبة وهو
كماان المساجد المختلفة الا
شكال نقل العمارة الكعبة
الشريفة هكذاالتعزية المختلفة
الاشكال نقل العمارة روضة
سيد الشهداء عليه السلام فكما
بناء المسجد جائز شرعا
هكذابناء التعزية جائز قياسا بل
من الحديث ايضا وهو ماروى
عن ابن عباس قال فان كنت لابد
فاعلا فاصنع الشجروماالاروح
فيه والظاهران التعزية غيرذى
روح ولا نقل من روضة سيد
الشهداء عليه السلام

نہ حدیث سے نہ اجماع سے اب رہا قیاس
قیاس کے لیے قرآن اور احادیث میں
اس کی نظیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے کہ جو حکم
مقیس علیہ میں ہو وہی مقیس میں بھی ہو
مقیس تعزیہ کے عدم جواز کے لئے قرآن
اور حدیث میں کوئی نظیر نہیں ملتی تا کہ عدم
جواز کا حکم لگایا جائے بلکہ اس کے خلاف
کی نظیر موجود ہے وہ یہ کہ تمام مختلف
صورتوں کی مسجد خانہ کعبہ کی نقل ہیں دلیل
اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ جس طرح خانہ
کعبہ کو خانہ خدا کہتے ہیں اسی طرح ان
مسجدوں کو خانہ خدا کہتے ہیں اور جو شرائط و
اداب خانہ کعبہ کے لیے ہیں وہی شرائط و
اداب مسجدوں کے لیے ہیں اس سے
ثابت ہوا کہ یہ مسجدیں حقیقۃً خانہ کعبہ کی

وله عمارة ليس له حس ولاروح فثبت جواز بناء التعزية من الحديث والقياس كليهما والامر المتفق عليه ان ماثبت من القران او الحديث او بالاجماع اوبالقياس لايقال له بدعة سئة عليه جهالة عن الاصول فمن اشتهز فى الاشتهار ان التعزية بدعة وكل بدعة ضلالة فهو خطاء وليس هذاالا تعصباً وخدعة للعوام ليترك الناس بناء التعزية وسد باب الخير بحيلتها فان قلت مايقول ان بناء التعزية غير جائز وانما تمنع بناء لاختلاط الامورغير الشرعية فيها قلت ان لملازمة جائز شرعا ومن كان ملازماً ياخذ الرشوة وهو حرام فيمنع عن الملازمة اوعن اخذالرشوة والوكالة شرعاً

نقل ہیں پس جس طرح ان مختلف صورتوں کی مسجدیں خانہ کعبہ کی نقل ہیں جو ایک عمارت ہے اسی طرح یہ مختلف صورتوں کے تعزیے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے روضہ متبرکہ کی نقل ہیں جو ایک عمارت ہے اور جس طرح ان مسجدوں کو بنانا شرعاً جائز ہے اسی طرح ان تعزیوں کو بنانا باعتبار حکم مقیس علیہ کے شرعاً جائز ہوا بلکہ موافق اس روایت کے جو ابن عباس سے مروی ہے قال فان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر وما لا روح فیہ یعنی اگر کسی چیز کی تصویر بنانا ضروری سمجھے تو درخت کی یا ایسی چیز کی تصویر بنانا چاہیے کہ جس میں روح نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے کہ تعزیہ ذی روح نہیں پس اس حدیث سے بھی تعزیہ بنانے کا ثبوت ہوا۔

جائز وما يتصرف فيها من عندى
فهو غير جائز فيمنع عن الوكالة
اوعن التصرف من عندى
والمرافعة عند الحاكم للتصفية
جائز واثبات الدعوىٰ من الدلائل
الغير الواقعة ممنوع فيمنع عن
المرافعة اوعن ثبوت الدعوىٰ
عن الدلائل الغير الواقعة والا
شهاد عند الشرع جائز والكذب
فيه ممنوع فيمنع من الشهادة
اوعن البيان خلاف الواقع
والتجارة مشروع والخدع فيها
ممنوع فيمنع عن التجارة اوعن
الخدع فيها والصلوة والصوم
فرض والريا فيهما ممنوع فيمنع
عن الصلوة والصوام اوعن الريا
والوعظ والنصائح امر ضرورى
تحصيل الدنيابحيلة ممنوع فيمنع

جب ان چاروں ادلہ چاروں ادلہ شرعیہ
سے تعزیہ کا عدم جواز ثابت نہ ہوا بلکہ
برعکس اس کے قیاس اور حدیث سے اس
تعزیہ بنانے کا جواز نکلتا ہے تو اب جو
صاحب تعزیہ کے عدم جواز کا حکم کرتے
ہیں یہ حکم طبعی اور اپنے نفس کا ہے حکم شرعی
نہیں جو دوسروں پر حجت ہوا اور یہ مسئلہ
متفق علیہ ہے جو امر قرآن اور حدیث
اور اجماع اور قیاس سے ثابت ہو وہ امر
شرعی ہے اس کو بدعت نہیں کہتے جب
تعزیہ بنانے کا ثبوت حدیث اور قیاس
شرعی سے ثابت ہوا تو اس کو بدعت کہنا
جہالت اور بے علمی ہے پس بعض لوگوں
نے اشتہاروں میں جو اس تعزیہ کو بدعت
کہہ کر کل بدعة ضلالة وغیرہ کا
مصداق بنایا ہے یہ بالکل غلط ہے اس لئے

عن الوعظ والنصيحةاوعن جعله
وسيلة للمعاش والبيعة افضل
لانه موجب للوصول الى الله
وجعله الة لا كتساب الدنيا اولا
ظهار شيخوخته فيها ممنوع
فيمنع عن البيعة اوعن جعله
ذريعةً للمعاش والتفاخر فكمافي
جميع الامور المذكورة يمنع
الممنوعات فيها لا اصلها
فكذلك يمنع في التعزية ما
لحق فيها من المنهيات الشرعية
لا ختراع العوام لا عن نفس
التعزية ثبت مشروعيته
بالحديث والقياس وان كان
ترك بناء التعزية ضروريا عند
المانعين للحوق الممنوعات
فيترك جميع الممنوعات
الشرعية فيهن لا شتراك العلة
فيهن جميعافلا تخصيص في

کہ جب اس کا ثبوت حدیث اور قیاس
شرعی سے ہے جو ادلہ شرعیہ ہیں پھر
بدعت سیئہ کہنے کی کیا وجہ یہ محض تعصب
اور نفس کی پیروی اور لوگوں کو دھوکا دینا اور
اس حیلہ سے جو لوگوں میں خیر خیرات
ہوتی ہے اس کو بند کرنا اور خود مناع الخیر
بننا ہے اور جو کہا جاتا ہے کہ اس تعزیہ کے
ضمن میں بعض امور خلاف شرع پائے
جاتے ہیں اس لیے تعزیہ بنانے کو منع کیا
جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نوکری کرنا
شرعاً جائز ہے اس کے ساتھ جو رشوت
ستانی ہوتی ہے یہ فعل حرام ہے پس اس
رشوت ستانی سے روکا جائے گا یا ملازمت
کرنے سے۔ وکالت کرنا شرعاً جائز ہے
اپنی طرف سے خلاف واقع جو کاروائی
ہوتی ہے وہ ناجائز پس اس کاروائی ناجائز

ترک التعزية لا فی غیرھافبعد
ماثبت من ھذاالبیان ان بناء
التعزیة جائز بالحدیث والقیاس
فاعلم ان للعلماء فی جواز
التعزیة و عدمه اقوالا مختلفة
فقال بعضھم یجوز بناوة
للمصالح من کثرة الصدقات
والخیرات لحیلتھا وقال بعضم
لایجوزبناؤہ للقبائح من لحوق
الممنوعات فیھا بافعال العوام
وبعض العلماء یمنع عن رویة
التعزیة ایضا وقال البعض عن
رویتھا یسقط النکاح فان سلم
ھذا الفتوی مابقی احد فی الھند
صحیح النسب وصار کلھم
ولدالزناء لانه لیس احد من
اھل الھند لم یراھا وان المفتی
اجتنب عن رویتھا ولا نظر الیه
قط الا من اجد اده من یراھا
البتة ولما یسقط النکاح

کرنے سے لوگوں کو وکالت کرنے سے
منع کیا جائے گا یا اس بیجا کاروائی کرنے
کو منع کیا جائے گا۔ کسی معاملہ کو حاکم کے
پاس جا کر فیصلہ کرانا شرعاً جائز ہے مگر
خلاف واقع ثبوت پیش کر کے ڈگری
حاصل کرنا ناجائز ہے پس لوگوں کو اس
فیصلہ کرانے سے روکا جائے گا یا خلاف
واقع ثبوت پیش کر کے جو ڈگری حاصل
کی جاتی ہے اس سے اس کو منع کیا جائے
گا۔ گواہی دینا شرعاً جائز ہے مگر کچھ لے
لوا کر جھوٹی گواہی دینا ناجائز ہے پس
لوگوں کو گواہی دینے سے منع کیا جائے گا یا
جھوٹی گواہی دینے سے ان کو روکا جائے
گا۔ تجارت کرنا شرعاً جائز ہے مگر دھوکا
دے کر جو لوگوں سے نفع حاصل کیا جاتا
ہے وہ ناجائز پس تاجروں کو تجارت کرنے

بروىتها بحكم هذاالفتوى سقط
نكاحهم بروىتها فمن كان من
صلبه نسلا كان حراما فيكون
هذاالمفتى ايضا حراماً لكونه من
اسباطهم وبعض حسن العقيدة
من العلماء يقول انه لا نحكم
بنائها ولا نمنع بنائها بل اذا كان
مجاذا لى ووقع النظر عليها
فاكون متاثر ابرؤيتهاو كان عينى
جارياً بذكر ما وقع على سيد
الشهداء ومن معه عليهم السلام
فى معركته كربلا فهذاالان نقرء
شياءً من القران ونجعل ثوابه
نذراوهدية لا رواح المقدسين
من شهداء كربلا عليهم السلام
كما ثبت من الاا حاديث وبالنظر
الى ان التعزية نقل ومنسوب الى
قبة سيد الشهداء عليه السلام

سے منع کیا جائے گا یا اس دھوکے سے ان
کو منع کیا جائے گا۔ روزہ نماز فرض ہے
مگر ریا کاری کا روزہ نماز جائز نہیں پس
نمازیوں کو روزہ نماز سے روکا جائے گا یا
ان کو ریا کاری سے باز رکھا جائے گا۔
وعظ ونصائح امر ضروری ہے مگر کھانے کی
غرض سے جا بجا واعظ اور نصیحت کی
دوکان کھولنا ناجائز پس واعظین کو وعظ
کہنے سے منع کیا جائے گا یا دنیا کمانے کی
غرض سے وعظ اور نصیحت کرنے سے منع
کیا جائے گا۔ پیری مریدی عمدہ چیز ہے
اس سے خدا تک رسائی ہوتی ہے مگر
کھانے کمانے کی غرض سے یا مشائخ
بننے کے خیال سے لوگوں کو کچھ تصرف
دکھلا کر ان کو اپنی طرف متوجہ کرنا یہ ناجائز
پس اس صاحبوں کو پیر مریدی سے منع کیا

ينظر اليها بالادب والتعظيم كما
ينظر الناس الى نقشجات
المواقع المتبركة وتبركات
اخرى وهذا التعظيم والتكريم
ليس للتعزية ولا ما نقلت عنه من
قبة سيد الشهداء عليه السلام بل
هى تعظيم وتكريم لصاحب
الروضة اعنى حضرة سيد
الشهداء عليه السلام لان كل
شىء يضاف الى معظم ويكرم
بما فى قلبه من حبه
اعتقادا كما اذا تلفظ لفظ الله
بالنظر الى انه اسم لخالقنا يقال
جل جلاله وجل شانه واذا اجرى
على اللسان محمد بالنظر الى انه
اسم رسولنا يقال صلى الله عليه
وسلم وان كان هذا الاسم لغيره
لا صلى عليه واذا نطقنا باسم

جائے گا یا اس ذریعہ سے دنیا کمانے یا
تفاخر حاصل کرنے سے روکا جائے گا۔ علی
ہذا تعزیہ بنانا ادلہ شرعیا میں ہے قیاس اس
کو جائز بتلا رہا ہے اور جو امور خلاف شرع
اس میں شامل ہو گئے ہیں وہ ناجائز ہیں۔
پس تعزیہ جس کا جواز از روئے قیاس شرعی
کے ثابت ہے اس کو منع کیا جائے گا یا جو
امور خلاف شرع اس میں شامل ہو گئے
ہیں ان کو دور کیا جائے گا۔ اگر اس خیال
سے کہ اس تعزیہ میں امور غیر شرعیہ شامل
ہو گئے ہیں اس لیے تعزیہ کو بند کیا جاتا ہے
تو جتنے امور شرعیہ بیان ہوئے بوجہ شمول
امور ناجائز کے ان کو بھی بند کرنا چاہئے
اس میں تخصیص تعزیہ کی کیا ہے۔ تقریر
بالائے سے جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ
تعزیہ کا بنانا قیاس شرعی اور حدیث کی رو سے

احد من الائمة الاثنا عشر يقال عليه السلام وان كان اسم من هذا الاسماء لغيره لا يسلم عليه واذا كلمنا من اسماء الصحابة يقال رضى الله تعالىٰ عنه و ان كان هو اسم للغير لا يقال هذا وان صدر على اللسان اسم من اسماء ائمة مجتهدين او شرذمة من الصالحين يقال رحمة الله عليه وان كان هذا الاسم للغير لا يقال هذا عليه واذا جاء احد عند الرجل من احباء ابيه او جده يكرم ويعظم بالنظر الى انه محب لا بانه العظمة والحرمة للكعبة الشريفة والمدينة المنورة فى قلوب المومنين متمكنة فلذلك ماهو منسوب اليهما يعظم ويكرم كما ان غلاف الكعبة اذا جاء عند

جائز ہے تو اب یہ جاننا چاہیے کہ علماء میں تعزیہ کی نسبت مختلف اقوال پائے جاتے ہیں بعض جائز کہتے ہیں اس لیے کہ لوگ اس کے حیلہ سے خیر خیرات کی جانب توجہ کرتے ہیں بعض اس لیے ناجائز کہتے ہیں کہ اس میں عوام نے ممنوعات کو بھی داخل کر دیا ہے۔ بعض تو دیکھنے کو بھی منع کرتے ہیں اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اگر اس فتوے کو مان لیا جائے تو ہندوستان میں جتنے ہیں سب حرامی ہوئے جاتے ہیں اس لیے کہ ہندوستان میں کوئی ایسا آدمی نہ ہوگا جس نے تعزیہ نہ دیکھا ہو حتی کہ جو صاحب یہ کہتے ہیں کہ تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اگر چہ انھوں نے کبھی تعزیہ نہ دیکھا ہو مگر ان کے آباؤ اجداد

الـنـاسفبا النظر الى انه من الكعبة
يستلمونه بالعظمة ويضعونه على
اعينهم على رؤسهم ورب شيء
يوتى من المواضع المتفرقة للبيع
الى الكعبة الشريفة والمدينة
المنورة والحاج يشتريها فلما
يرجع الى المواطن ومساكنهم
يقسمها على الاقرباء والاحباء
فمن اعطى فبالنظر الى انه جاء
من الكعبة الشريفة والمدينة
المنورة اخذه بالعظمة والكرامة
فهذاالتعظيم والتكريم ليس لهذه
الى الاشياء بل هو تعظيم وتكريم
لنسبتها الى الكعبة والمدينة و
تعظيم النسبة عين تعظيم الكعبة
الشريفة اوالمدينة المنورة وان
جاء هذه الاشياء من مقامها
الذى يوتى عنه لا يلتفت اليها

نے ضرور دیکھا ہوگا اور جب ان کے
فتوے کے مطابق تعزیہ دیکھنے سے نکاح
ٹوٹ جاتا ہے تو ان کے آباؤ اجداد کی جو
نسل ہوئی سب حرامی ہوئی حتی کہ کہنے
والا خود (مفتی) اپنے کو حرامی بتارہا ہے۔
وہ علماء جو اچھے عقیدہ والے ہیں یہ کہتے
ہیں کہ ہم نہ بنانے کا حکم دیتے ہیں اور نہ
بنانے والے کو منع کرتے ہیں بلکہ اگر کسی
نے بنایا اور ہمارے سامنے ہوا اور اس پر
نگاہ پڑ گئی تو اس کو دیکھ کر ہم متاثر ہوں
گے اور تعظیم بجالاویں گے اور ان
واقعات کو یاد کر کے جو شہدائے کربلا پر
گزرے آنکھوں سے آنسو جاری
ہوجاوینگے اور آیات قرآنی کو پڑھ کر
شہدائے کربلا کی خدمت میں اس کے
ثواب کو نذر کریں گے اور اس حیثیت سے

احدہ ولا یکرمھا اصلا فعلم ان
ھذا التعظیم لیس شیء من
الاشیاء المذکررۃ ولا لنسبتھا
الی الکعبۃ والمدینۃ بل ھی
تعظیم للمنسوب الیہ ای الکعبۃ
والمدینۃ وعلی ھذا اذا اتی احد
املبوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اومکتوب لحضرۃ علی
کرم اللہ وجھہ اومسطور
للحسنین علیھم السلام فبالنظر
الی صاحبھا ینظر بالعظمۃ
والاکرام ووضع الناس علی
اعینھم وعلی روئسھم وان لم
یکن لہ اصلا لکنہ یکرم
بالضرورۃ فلما جرت العادۃ
للناس ھکذا فما ظنک فی حق
من رائی التعزیۃ التی ھی منسوب
الی سید الشھداء علیہ السلام

کہ تعزیہ نقل ہے اور منسوب ہے سید
الشہداء علیہ السلام کے روضہ متبرکہ کی
طرف اس لیے اس کی تعظیم و ادب کریں
گے جیسا کہ لوگ مقامات متبرکہ حرمین
کے نقشوں یا دوسرے تبرکات کی تعظیم و
تکریم کرتے ہیں اور یہ تعظیم و تکریم نفس
تعزیہ یا روضہ حضرت سید الشہداء کی نہیں
ہے اس لیے کہ یہ عمارت یا نقل عمارت
ہے بلکہ یہ تعظیم و تکریم درحقیقت حضرت
سید الشہداء علیہ السلام کی ہے اس لیے کہ
جو چیز مضاف ہوتی ہے کسی معظم و محترم کی
جانب تو اس کی بھی تعظیم کرتے ہیں اس
لیے کہ مضاف الیہ قابل تعظیم ہے جس
طرح اگر کوئی شخص لفظ اللہ زبان پر جاری
کرے یہ سمجھ کر کہ یہ اس جلیل ہے اور
خالق کا نام ہے تو اس کو سن کر جل جلالہ و جل

اینظر الیھا بنظر التعظیم او
ببصر التوھین لیس عندی لاحد
من کان فی قلبه حب الحسینؑ ان
یحکم انه ینظر بنظر التوھین بل
یحکم له بالتعظیم ومن لا حب له
یحکم بما فی قلبه من الخبائة وما
ذکر من التعظیم فی التبرکات
المذکورة علته الا عتقاد وما ھو
فی قلوب المومنین من الحب
ولیس احد ماموراً لتعظیمھا من
الشارع وما ثبت من القران
والحدیث ھو حب اھل بیت
النبی صلعم بالخصوص
للحسنینؑ علیھما السلام کما
قال اللہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیه
اجراً الا المودة فی القربیٰ وفی
المشکوة سئل رسول اللہ صلعم
ای اھل بیتک احب الیک

شانہ کہا جاوے گا اس طرح اگر حضرت
رسول اللہ کا نام مبارک یعنی محمدؐ زبان
پر جاری کیا جائے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہا
جاوے گا اور اگر یہی نام کسی دوسرے کا
اسم سمجھ کر لیا جاوے تو درود نہ بھیجیں گے
ویسے ہی اگر بارہ اماموں میں سے کسی
امام کا اسم گرامی زبان پر جاری کیا جائے
علیہ السلام کہیں گے اور اگر وہی نام کسی
دوسرے شخص کا ہو تو سلام نہ کریں گے اسی
طرح اگر صحابہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ عنہ
کہیں گے یا اگر علماء مجتہدین یعنی امام
ابو حنیفہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام
مالک یا صالحین میں سے کسی کا نام لیا
جاوے تو رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے اور اگر کسی
دوسرے کا نام ہو تو اس کے لیے رحمت کی
دعا نہ کریں گے۔ اسی طرح یہ امر بھی ہے

قال الحسنؑ و الحسینؑ وایضا
قال رسول صلعم حسین منی
وانا من الحسین احب اللہ من
احب حسینا وحسین سبط من
الا سباط فلما حکم احکم
الحاکمین و النبی صلی اللہ علیہ
وسلم بحب الحسین فلا یکون
احد من المسلمین لا یکون فی
قلبہ حب الحسین والمحب
اذارأی شینا ھو منسوب الی
المحبوب ینظر بنظر التعظیم
ویکرم تکریما فلما کان
کذلک فھذہ التعزیۃ التی ھی
منسوب الی سیدالشھداء علیہ
السلام لما رأھا من فی قبلہ حب
الحسین علیہ السلام ینظر بنظر
التعظیم لا محالہ کمایوقر الناس
تبرکات اخریٰ لنسبۃ الی صاحبھا

کہ اگر کسی شخص کے پاس اس کے باپ یا
دادا کا دوست آوے گا تو اس کی تعظیم
کریں گے اس لیے کہ یہ شخص اس کے
باپ یا دادا کا ملاقاتی اور دوست ہے اسی
طرح چونکہ کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کی
عظمت وحرمت مومنین کے دلوں میں
جاگزیں ہے اس لئے جو چیزیں ان کی
جانب منسوب ہوں گی وہ بھی قابل تعظیم و
تکریم ہوں گی۔ دیکھو جب خانہ کعبہ کا
غلاف آتا ہے تو ہر شخص عزت کے ساتھ
اس کی تعظیم وتکریم کرتا ہے اس کو آنکھوں
سے لگاتے ہیں سر پر رکھتے ہیں بہت سی
چیزیں غیر جگہ سے خانۂ کعبہ اور مدینہ
منورہ میں آکر فروخت ہوتی ہیں حجاج
خرید کر لاتے ہیں اور دوست واحباب و
عزیز واقربا میں ان کو تقسیم کرتے ہیں لینے

هذا بياننا محمول على ثلاثة امور الاول ان التعزية مشروع من الحديث كما بين وليس بدعة كم يقال والثاني يجوز تعظيما بعد الروية لنسبتها الى سيد الشهداء كما يعظم ويكرم تبركات اخرى لنسبتها الى صاحبها والثالث يفتح باب الخير والخيرات بحيلتها من العوام و الخواص جميعا فى هذا الشهر بخلاف شهور اخرى فاكثر المعتقدين يطبخ الطعام لوجه الله يقسم على الناس وينتفع به الفقراء والمساكين ويجعل ثوابه هدية وتحفة بشهداء كربلا عليهم السلام والفاعل يستحق اجرها من

والے عزت کی نظر سے ان کو لے کر تبرک سمجھتے ہیں اور یہ تعظیم اس چیز کی نہیں ہے بلکہ وہ چیز خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ کی طرف مضاف ہے اس لیے ان کی تعظیم ہے۔ اگر یہ چیزیں جہاں کی ہیں وہاں سے آئیں تو بازاری سمجھ کر کوئی ان کی طرف التفات بھی نہ کرتا اس سے معلوم ہوا کہ یہ تعظیم حقیقۃً اس نسبت کی ہے جو خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہے اور اس نسبت کی تعظیم بعینہ خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ کی تعظیم ہے اسی طرح اگر رسول اللہ صلعم کا ملبوس پاک یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مکتوب یا حسین علیہ السلام کی کوئی تحریر لائی جاوے تو لوگ اس کی تعظیم و تکریم کریں گے سر پر رکھیں گے آنکھوں سے لگاویں گے اگرچہ یہ چیزیں واقعی اور اصلی نہ ہوں لیکن نسبت کی وجہ سے اس کی تعظیم ضروری ہے پس جبکہ ان تمام چیزوں

الله الذی لا یضیع اجر المحسنین واما الامور التی اختلف فیها فما کان منهما مباحا فلاباس فیها وما ھو غیر مشروع فترکہ اولی واخر کلامنا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی سید المخلوقین.

کی تعظیم کرنے میں لوگوں کی عادت اس قسم کی تعظیم وتکریم کرنے کی جاری ہے۔ تو تعزیہ جو کہ سید الشہداء علیہ السلام کی جانب منسوب ہے اس کے ساتھ کیا کیا جاوے گا؟ آیا اس کی تعظیم کریں گے یا تو نہیں کریں گے؟ میرے نزدیک تو کوئی ایسا شخص کہ جس کے دل میں امام حسینؑ کی محبت ہو وہ فیصلہ نہ کرے گا کہ تعزیہ کی توہین کرنا چاہئے بلکہ تعظیم کرنے کے لیے حکم دے گا۔ ہاں جس کے دل میں امام حسینؑ کی محبت نہیں ہے تو وہ اپنے نفس کی خباثت کی وجہ سے جو چاہے کہے یا کرے۔

اوپر جو تبرکات کی تعظیم کے متعلق ذکر کیا گیا ہے تو ان تبرکات کی علت تعظیم اعتقاد ہے اور کچھ نہیں ورنہ فی نفسہ نہ ان چیزوں کی محبت مومنین کے دلوں میں ہے اور نہ وہ شارع کی جانب سے اس کی تعظیم کرنے کے لیے مامور ہیں قرآن اور حدیث سے تو صرف اہل بیت رسول صلعم خصوصاً امام حسن اور امام حسینؑ علیہما السلام کی محبت کرنا ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کلام شریف میں اپنے رسول پاک سے فرماتا ہے" قل لا اسئلکم

علیہ اجرا الا المودة فی القربی ''یعنی اے محمد مسلمانوں سے کہدو کہ میں احکام الٰہی کے پہونچانے پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا البتہ یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

اور مشکوۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ۔

اور اسی مشکوۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اور اللہ تعالی اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھے اور وہ مثل اسباط بنی اسرائیل کے ایک سبط ہیں۔ پس جبکہ خود خداوند عالم اور رسول اللہ نے امام حسینؑ کو دوست رکھنے کا حکم دیا ہے تو مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں امام حسینؑ کی محبت نہ ہو اور محبت کا اقتضا یہ ہے کہ جو شے محبوب کی طرف مضاف ہوتی ہے تو اضطراراً محبت کرنے والوں کا دل اسی شے منسوب کی تعظیم و تکریم کرنے کے لیے متوجہ ہوتا ہے۔ علی ہذا جو محبان حسین علیہ السلام ہیں جب تعزیہ دیکھتے ہیں بایں خیال کہ یہ حضرت سید الشہداء کے روضۂ متبر کہ کی نقل ہے اور ان کی طرف منسوب ہے مثل اور تبرکات کے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ غرض کہ یہ ہمارا بیان تین باتوں پر مبنی ہے۔

اول

یہ کہ نفس تعزیہ کا بنانا ادلہ شرعیہ حدیث وقیاس سے جائز ہے جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا اور یہ بدعت نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

دوسرے

یہ کہ اس کے دیکھنے کے بعد شل اور تبرکات کے اس کی تعظیم وتکریم کرنا جائز ہے۔

تیسرے

یہ کہ تعزیہ ہی کی وجہ سے محرم کے مہینے میں خیرا اور خیرات کے دروازے کھل جاتے ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتے ۔ اکثر معتقدین کھانا پکوا کر خدا کی راہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ فقراو مساکین سیرو سیراب کیے جاتے ہیں ایسے کار خیر کا ثواب شہدائے کربلا علیہم السلام کو نذر کیا جاتا ہے اور خود کار خیر کرنے والا بھی اجر کا مستحق ہو جاتا ہے۔ خدا نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اب رہیں تعزیہ داری کی وہ باتیں جو مختلف فیہ ہیں پس اگر وہ فعل مباح ہیں تو ان کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو غیر مشروع ہیں تو ان کا ترک کرنا بہتر ہے۔

تعزیہ داری شرک نہیں ہے

اور نہ تعزیہ پر شیرینی چڑھانا حرام ہے عزاداری کو بند نہ کرنا چاہیے۔ اس کی ابتدا رسول کے زمانہ سے ہے۔

مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب المخاطب بہ مقبول النبی لکھنوی (المتوفی ۱۳۳۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں:-

چون علمائے وھابیہ این توحید وشرک از قرآن و حدیث نہ فھمیدند بر اکثر افعال جوارح ھمچو طواف قبور و سجدہ تحیت و تعظیم و تقرر رسوم ودھم وچھلم میت و تعزیہ داری واستماع غنا وغیر ھا اطلاق شرک نمودہ اندو ندانستند کہ شرک نقیض توحید است ودر توحید خدا صرف ایک صفت عبادت معتبر است پس شرک

چونکہ وہابی عالموں نے توحید وشرک کے مفہوم کو قرآن اور حدیث سے نہیں سمجھا ہے اس لیے وہ لوگ اکثر باتوں کو مثل طواف قبر سجدہ تحیت وتعظیم، ومردہ کا سیوم دسواں وچالیسواں اور تعزیہ داری واستماع غنا کو غلطی سے شرک سمجھ لیتے ہیں حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ شرک ضد ہے توحید کی اور خدا کی توحید میں صرف صفت عبادت کا اعتبار کیا جاتا ہے پس شرک سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ غیر خدا کو خالق زمین وآسمان سمجھ کر حاکم مستقل ومعبود

نیست منحصر شد دریں کہ غیر خدارا بدل خود معبود یعنی حاکم مستقل کہ خالق زمین و زمان است اعتقاد کنند یا اصنام وغیرہ غیر خدارا خدا بگوید و سوائے اقرار یا اعتقاد الوہیت و معبودیت غیر در ہیچکدام فعل از افعال و جوارح شرک شرعی نیست پس بہ سبب نفہمیدن ایں راستی از قران و حدیث بسیارے از علماء عقلا گمراہ شدند و ماتم عالم را بزعم خود مشرک گردانیدند ضلّوا فضلّوا قوماً کثیراً۔

سمجھیں یا بتوں کو جو غیر خدا ہیں خدا کہیں ۔جب غیر خدا میں الوہیت و معبودیت کا اعتقاد کریں تو اس وقت شرک ہوگا ورنہ افعال و جوارح میں سے کوئی فعل بغیر اس اعتقاد کے شرک نہیں ہے۔ پس چوں کہ ان لوگوں نے قرآن و حدیث سے اس مفہوم کو نہیں سمجھا ہے اس لیے باوجود علم و عقل گمراہ ہو گئے اور اپنی غلط گمانی سے تمام عالم کو مشرک سمجھنے لگے۔ خود گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کر دیا۔

(انوار الرحمن لتنویر الجنان صفحہ ۱۲۴ طبع لکھنؤ ۱۲۸۹ھ)

ایک مرتبہ مولانا کی خدمت میں احمد حسین خاں کاشمیری نے عرض کیا کہ تعزیہ داری کفر ہے اور شیرینی جو تعزیہ کے سامنے نذر کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے۔ یہ سنکر مولانا نے ارشاد فرمایا:-

در شرعی از تصویر ذی روح
البته ممانعت است واز تصویر
غیر ذی روح ممانعت نیست
چنانچه نقل مکانات وتصویر
کعبه وغیره می کشند همان
قسم تعزیه نقل روضه است پس
حلوا وغیره که دران جانها ده
بران درود و قرآن خوانده شود
دران وجه حرمت چیست۔

شرع میں ذی روح کی تصویر بنانے کی
ممانعت ہے اور غیر ذی روح کی تصویر
بنانے کی ممانعت نہیں ہے(۱)۔ چنانچہ
مکانوں کی نقلیں بنتی ہیں اور کعبہ کی
تصویریں بھی کھنچتے ہیں۔ پس اسی طرح
تعزیہ بھی ہے کہ وہ بھی روضہ کی نقل ہے
(جیسے مسجدیں کعبہ کی نقل ہیں) اس
صورت میں وہ حلوا وشیرینی جو تعزیہ کے
سامنے رکھی جاتی ہے اور جس پر درود
قرآن پڑھتے ہیں کیونکر حرام ہوسکتی ہے۔

(انوار الرحمٰن صفحہ ۲۶۳)

---

(۱) تصویر غیر ذی روح کے بنانے کی ممانعت نہیں ہے صرف ذی روح کی تصویر کی حرمت احادیث سے ظاہر ہوتی ہے چنانچہ فقہ اہل سنت کی مشہور کتاب "مالا بدمنه" میں ہے کہ تصویر درخت ومانند ان مضائقه ندارد و همچنیں تصویر سر بریده" اسی طرح بخاری جلد اول صفحہ ۲۹۶ میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا ہے کہ "فان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر ومالا روح فیه" اگر تصویر بنانا ضروری ہی ہے تو درخت اور تمام غیر ذی روح کی تصویر بنائی جائے۔ جمال الدین محدث فرماتے ہیں کہ " لا باس بتصویر ها لا روح فیه کالشجر "غیر ذی روح مثل درخت وغیرہ کی تصویر بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور مولانا وحید الزماں محدث حیدرآبادی اپنی کتاب " انوار اللغة" میں فرماتے ہیں کہ" روضہ کی تصویر بنانا منع نہیں ہے" اور اسی طرح کتاب فقہ محمدی میں رسول اللہ کا (بقیہ آگے)

ایک مرتبہ مولانا کی خدمت میں یہ عرض کیا گیا کہ معترضین تعزیہ داری یہ کہتے ہیں کہ "عرس دہ روزہ امام حسین وتعزیہ داری" یہ رافضیوں کی ایجاد ہے اور ائمہ معصومین سے ثابت نہیں ہے حضرت مولانا نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:۔

جواب اعتراض ثانی ایں کہ	اس دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ
بنائے عرس امام حسین علیہ	امام حسینؑ علیہ السلام کے عرس (یعنی دس
السلام باطناً از آں روز باید	دن کی تعزیہ داری) کی بناء باطناً اسی دن
دانست کہ جبرئیل علیہ	پڑی کہ جس دن جبرئیل نے متواتر وحی کے
السّلام وحی متواتر شہادت آں	ذریعہ سے رسول اللہ کو شہادت کی خبر دی

....

(بقیہ صفحہ ۱۷۷) یہ ارشاد موجود ہے کہ "فقال قبل قبرهما قال فان لم يكن اعرف قبرهما قال خط خطين واحد هما قبر الام والاخر قبر الاب فقبلهما" جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدین کی قبر کی نقل بنا کر اس کو بوسہ دینا اور تعظیم کرنا جائز و مستحسن ہے۔ ان وجوہ سے متبرکہ کی نقل و تصاویر کا استحسان و جواز بھی علی الخصوص ثابت ہوتا ہے جیسا کہ محققین اہل سنت "الامام الحافظ يحيى الحسينى کی کتاب اخبار المدينه" اور "الامام الحافظ ابوالحسین ابن عساکر" کی کتاب "تحفة الزائر" سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے نقل روضہ کی اباحت کے سلسلہ میں علامہ محمد الفاسی المالکی یہ ارشاد کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو اصل روضہ کی زیارت کے مشتاق ہیں اور نہیں پہونچ سکتے ہیں۔ وہ لوگ اس مثال و نقل کی زیارت سے مشرف ہوں اور اسکی تعظیم و تکریم کر کے ثواب حاصل کریں علماء نے اس سلسلہ میں بہت سے اشعار بھی کہے ہیں ولنعم ماقیل ۔

اذا ما الشوق اقلقنى اليها — ولم اظفر بمطلوبى لديها
نقشت مثالها فى الكف نقشا — وقلت لناظرى قصر اعليها

اسی بنا پر تمام اہل سنت کے نزدیک "نعل مبارک" کی نقل بنا کر زیارت کرنا سر اور آنکھوں سے لگانا بوسہ دینا

امام مظلوم بآنحضرت صلعم
رسانیدو آں سرور ووالدین
ماجدین امام علیہ السّلام براں
واقعات مطلع گشتہ دل کباب و
چشم پر آب شدند وراہ رضا
وتسلیم پیودند و بعد وقوع
شہادت وحادثۂ کربلا
ظاہر أحضرت ذوالجلال خود
اھتمام آں فرمود کہ خون
ازآسمان آنقدربارید کہ بیھقی
وابو نعیم محدث روایت می کنند

اور آنحضرت صلعم وحضرت علیؑ وجناب
فاطمہؑ اُن واقعات کو معلوم کر کے بے چین
و پریشاں حال ہوکر روئے اور اس مصیبت
پر صبر و شکر کیا اور واقعہ کربلا اور امام کی
شہادت کے بعد بظاہر خداوند عالم نے خود
ہی عزاداری کا اس طرح اہتمام کیا کہ
آسمان سے اس قدر خون کی بارش ہوئی کہ
بیہقی وابونعیم کی روایت کی بناء پر یہ
ثابت ہے کہ بعد شہادت امام آسمان سے
اس قدر خون برسا کہ صبح کے وقت گھڑے
و مٹکے اور تمام برتن خون سے لبریز تھے

(بقیہ صفحہ ۱۷۸) باعث برکت وثواب عظیم ہے علامہ عبد البر بن عبد القادر بن محمد بن زین القیومی العوفی الحنفی کیا خوب شعر ارشاد فرماتے ہیں (کمافی تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ۔

لمثال نعل المصطفے شرف — وفوائد زادت علی العددا
فکانما ھو ادارنا قمر — یھدی الانام ولو علی بعد
قبلتھا وجعلت صورتھا — فوق الجبین علامۃ السعد
لو کان یحسن ان اشرکھا — جلدی جعلت شراکھا خدی

اسی طرح علامہ ابو العباس احمد بن محمد المقری نے بہت سے اشعار نقل نعل شریف کی مدح میں کہے تفصیل کیلئے

کہ ہر گاہ شہید شد حسین علیہ السّلام خون بارید آسمان پس صبح کردیم مابریں حال کہ خمہا وسبوہا ودو ظرفے کہ ازاں ما بود پر ازخون گردید وتابیت المقدس وعراق وشام وزیر ہر سنگ خون منجمد بود واز بعضے روایت تاہفت روز آسمان گریست ووحوش و طیور را بر تعزیہ داری ونوحہ گری معین ساخت این ہمہ اہتما از طرف خدائے سبحانہ ازروئے احادیث صحاح ثابت است پس

یہاں تک کہ بیت المقدس، عراق اور شام میں ہر پتھر کے نیچے خون جما ہوا تھا اور بعض روایت کی بناء پر سات دن تک آسمان روتا رہا اور خداوند عالم نے جانوروں اور پرندوں تک کو عزاداری ونوحہ وماتم کے لیے مقرر کیا اور خدا کی جانب سے یہ تمام اہتمام صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ پھر اس امر میں اب کیا تعجب کی بات ہے کہ محرم کے دس دنوں میں جنات اور انسان عزادار ہیں اور یقیناً قیامت تک تعزیہ داری ختم نہ ہوگی۔

(باقی صفحہ ۱۷۹) ملاحظہ کیا وے" فتح المتعال فی مدح النعال للعلامة المحدث الفقیہ احمد بن محمد المقری المالکی الشاذلی چنانچہ اسی اصول کی بناء پر تعزیہ کا جواز بھی علمائے اہل سنت تسلیم کرتے ہیں اوراس کی تعظیم وتوقیر بجالاتے ہیں۔ مولانا عبدالواحد "ازالة الاوھام" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایں جانب ازثقات شنیدہ کہ حضرت مولانا نظام الدین محمد قدس سرہ و بچشم خود دیدہ کہ حضرت مولانا عبد العلی محمد ومولوی مجید الدین محمد مولوی

چه تعجب که در ثقلین یعنی در جن و انس در عشرۂ اول محرم الحرام باقی مانده باشد و بعید نیست که ایں ماتم و تعزیت تا قیام قیامت تمام نه شود پس چونکه مهتم آں خدا و رسول باشد از بند کردن کسے بند نه خواهد شد.

اس لئے کہ اس کا اہتمام خدا و رسول صلعم کی جانب سے ہے کسی کے بند کرنے سے یہ بند ہو سکتا ہی نہیں۔

(انوار الرحمٰن لتنویر الجنان صفحہ ۳۵۹)

(باقی صفحہ ۱۸۰) انوار الحق و مولوی نور الحق دیگر علمائے فرنگی محل و کلکته و مندراج وغیره از بلاد هر گاه تعزیه شریف امام مظلوم می دیدند ایستاده می شدند و هر دو دست بطرف تعزیه شریف دراز کرده از بسیار خضوع و خشوع و عجز و انکسار فاتحه میخواندند و عند الاستفسار می فرمودند که تعظیم و فاتحه امام مظلوم است زیرا که تعزیه شریف موسوم بنام نامی امام مظلوم است۔

(ترجمہ) مولانا نظام الدین محمد و مولانا عبد العلی محمد و مولوی مجید الدین و مولوی انوار الحق و مولوی نور الحق دوسرے علمائے فرنگی محل و اطراف ہند جب تعزیہ کو دیکھتے تھے تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور دونوں ہاتھ تعزیہ کی جانب دراز کر کے نہایت خضوع و خشوع و عجز و انکسار سے فاتحہ پڑھتے تھے اور پوچھنے پر بتاتے تھے کہ یہ تعظیم و فاتحہ امام مظلوم کا ہے کیونکہ تعزیہ شریف امام کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۲

حسینؑ کی مصیبت و شہادت

اصل میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبت اور شہادت ہے

اعلم رحمک اللہ تعالیٰ ان الکمالات الّتی تفرقت فی الا نبیاء علیھم السّلام قد اجتمعت فی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لکن بقی لہ کمال یحصل لہ بنفسہ وھی الشھادۃ والسر فی عدم حصولھا لہ بنفسہ صلّی اللہ علیہ وسلم إنّہ لو استشھد فی الحرب اذّی ذلک الی کسر شوکۃ الاسلام واختلال الذین ولو استشھد غلیۃ وسراً کما وقع لبعضخلفائہ لم یشتھر امر شھادتہ ولا تمت الشھادۃ لان

آگاہ ہو خدا تم پر رحمت کرے بیشک وہ تمام کمالات جو پیغمبروں میں الگ الگ تھے ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰؐ صلعم کی ذات بابرکات میں یکجا جمع ہو گئے تھے مگر بذاتہ ایک کمال باقی رہ گیا جو آپ کو حاصل نہیں ہوا اور یہ کمال شہادت ہے آپ کو اس کمال کے حاصل نہ ہونے کا راز یہ ہے کہ اگر حضرت جنگ میں شہید کردیے جاتے تو اس شہادت کی وجہ سے اسلام کا دبدبہ مٹ جاتا اور عام لوگوں کی نظروں میں دین میں کمزوری پیدا ہو جاتی اور اگر حضرت دھوکے اور پوشیدہ طور سے شہید کردیے جاتے جیسا کہ آپ کے بعض

تمام الشهادة ان يقتل الرجل فى الغربة والكربة وان يعقر جواده ويلقى جثته مطروحة ويقتل حوله جمع كثير من اعزّة اصحابه واقاربه وان ينهب ماله وان توسر نسائه وايتامه كل ذلك فى ذات الله تعالى ان يلحق هذا المال العظيم بسائر كما لاته بعد وفاته ونقضاء ايام خلافة التى تنافى المغلوبية والمظلومة برحال من اهليبية بل باقرب اقاربه واعزاولا ده من يكون فى حكم ابناء حتى تلحق حالهم بحاله ويندرج كمالهم فى كماله فتوجهت عناية الله تعالى بعد انقضاء ايام الخلافة الى هذا الا لحاق فاستنابت

خلفاء کے لیے ہو اتو شہادت آپ کی شہرت نہ حاصل کر سکتی بلکہ شہادت پوری بھی نہ ہوتی کیونکہ شہادت پوری اور کامل اس طرح ہوتی ہے کہ انسان مسافرت اور مصیبت میں قتل کیا جائے اور جسم اس شہید کا بلا دفن پڑا رہے اور اس کے گرد ایک جماعت اس کے خاص احباب اور عزیزوں کی قتل کردی جائے اور اس کا مال لوٹ لیا جائے اور اس کے اہل بیت اور یتیم بچے قید کر لیے جائیں یہ سب خدا کی رضا میں ہو پس حکمت الٰہی نے چاہا کہ یہ کمال عظیم پیغمبر صلعم کے سارے کمالات کے ساتھ آپ کی وفات کے بعد شامل کر دیا جائے پس جبکہ آپ کی خلافت کا زمانہ ختم ہو گیا جو مظلومیت اور مغلوبیت کے لینا مناسب تھا آپ کے اہل بیت کے بعض شخصوں کے ذریعہ سے بلکہ جو آپ کے رشتہ داروں

الحسين عليهما السّلام مناب جدهما عليه افضل الصّلواة والتحيات وجعلتهما مرأتين ملاحظة وخدين لجماله ولما كانت الشهادة على قسمين شهادة سروشهادة علانية قسمت عليهما فاختص بسبط الا كبر بالقسم الاول ـ واختص السبط الا صغربالقسم الثانی۔

میں سب سے زیادہ قریب ہوں اور پیاری اولاد ہوں اور وہ جو آپ کے بیٹے کہے جاسکیں یہاں تک قریب ہوں کہ ان کا حال حضرت کے حال میں مل جائے (یعنی جو کچھ ان پر گزرے گویا حضرت صلعم پر گزرا) اور ان کا کمال آپکے کمال میں داخل ہوجائے پس خدا کی مہربانی متوجہ ہوئی خلافت کے دنوں کے گزرنے کے بعد اس کمال کے شامل کردینے کی طرف تو عنایت خداوندی نے دونوں شہزادوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ان کے نانا رسول صلعم کا قائم مقام بنایا اور دونوں کو جمال محمدی کے دیکھنے کا آئینہ اور حضرت صلعم کے نورانی چہرہ کے دونوں رخسار قرار دیا اور چونکہ شہادت کی دو قسمیں تھیں ایک پوشیدہ دوسرے علانیہ ان میں سے قسم اول امام حسنؑ سبط اکبر کو عطا ہوئی اور دوسری قسم یعنی علانیہ شہادت امام حسینؑ سبط اصغر کو مخصوص ہوئی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا رسول اللہ کے اس کے کمال کو چھپانا چاہئے۔ اسکو بیان نہ کرنا چاہئے؟ کیا رسول اللہ کی اس مصیبت عظمیٰ کی یادگار میں عزاداری نہ کرنا چاہئے؟

علامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر العجیلی اپنی کتاب "ذخیرۃ المآل" میں ارشاد فرمایا ہے:-

والعجب ممن یقول یحرم الاشتغال بقصۃ مقتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ مع ان ذلک قد قصہ الملئکۃ لمحمد صلعم ثم قصہ لاصحابہ ثم وقع فی الکون من البکاء والظمہ ورمی النجوم بعضھا لبعض وامطار السماء بالدم من اجل ذلک ما یبھر ویقھر.

تعجب ہے اس شخص سے جو واقعات شہادت امام حسینؑ کے ذکر کو حرام کہتا ہے اور اسکے بیان کرنے کو منع کرتا ہے حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ جس کو جبرئیل نے رسول اللہ سے بیان کیا اور حضرت رسولخدا نے اپنے اصحاب سے بیان کیا اور بعد شہادت تو عالم میں (عزائے حسینؑ کی وجہ سے ایک انقلاب ہی پیدا ہو گیا، تمام عالم میں گریہ وبکا کا ہونا، دنیا کا دن دھاڑے تاریک ہو جانا، ستاروں کا ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرنا آسمان سے خون کی بارش کا ہونا یہ سب وہ واقعات ہیں جن کی وجہ سے واقعات شہادت کا اعلان عام ہوا اور عزاداری کی بنیاد پڑی)

پھر کیوں نہ تمام وہ مسلمان جنکے دلوں میں ''محمد آل محمد'' کی محبت ہے اہلبیت کے مصائب پہ گریہ وبکا کر کے ''فریضہ تعزیت'' کو ادا نہ کریں اس لیے کہ رسول اللہ صلعم کی مصیبت کی تعزیت کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

وفی سنن ابن ماجد انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ ایھا الناس ان احد امن الناس اومن المؤمنین اصیب بمصیبۃ فلیغر بمصیبتی فی عین المصیتہ التی تصیبہ لغیری فان احدامن امتی لن یصاب بمصیبہ بعدی اشد علیہ من مصیبتی.

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت صلعم نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ اے لوگو اگر کوئی شخص یا کوئی مومن کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اسے چاہئے کہ عین اس مصیبت میں جو دوسرے کی وجہ سے اس کو پہونچے میری مصیبت کی تعزیت کرے کیونکہ میری امت میں سے کوئی شخص میرے بعد ہرگز ایسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوگا کہ اس پر میری مصیبت سے سخت تر ہو۔

آخر میں علمائے اہل سنت کی جانب سے جو اشتہارات جواز تعزیہ داری کے بارے میں شائع کی گئی ہیں اسکو نقل کرتا ہوں خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ علمائے ملت کے احکام کی پابندی کریں۔

(۱)

حضرت زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین سید شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہٗ العزیز و شیخ طریقت مرشد حقیقت حضرت استاد الہند ملا نظام الدین فرنگی محلی قدس اللہ سرہ حضرت ملا کمال الدین فتحپوری قدس اللہ سرہ و حضرت سید شاہ محمد اسمٰعیل بلگرامی قدس سرہ جمیع علماء فرنگی محلی کا تعزیہ کے ساتھ عمل جس کا احترام عقید تمندان حضرت سید صاحب قدس سرہ الاصفی کو لازم ہے۔

(۱) زیارت ضریح مبارک (جس کو تعزیہ کہتے ہیں) کیلئے حضرت کا تشریف لیجانا۔

(۲) حضرت سید الشہداء امام علیہ السلام کا حکم پا کے عشرہ محرم میں ہر روز جانے کو لازم کر لینا۔

(۳) تعزیہ کیلئے فرمانا کہ کاغذ اور لکڑی نہ سمجھنا چاہئے بلکہ ارواح مقدسہ متوجہ ہوتی ہیں۔

(۴) تعزیہ کی پیشوائی کرنا اور اپنے مکان پر لانا اور جب تک تعزیہ رہے دست بستہ کھڑے رہنا یہاں تک کہ ضعف پیری کے وقت تکیہ دیوار سے یا لکڑی ٹیکے کھڑے رہنا۔

(۵) تعزیہ کے دفن میں شریک ہونا۔ یہی طریقہ حضرت تک کے فرزند حضرت شاہ غلام دوست محمد صاحب اور انکے فرزند حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہم کا تھا اور اب تک جاری ہے۔ اسمائے گرامی ان علمائے فرنگی محل کے جن سے تعظیم تعزیہ کی منقول ہے۔

ملک العلماء حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ شیخ المشائخ حضرت مولانا انوار الحق قدس سرہ استاذ الاساتذہ مولانا نور الحق قدس سرہ حضرت مولانا عبد الاعلی فرزند حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ حضرت مولانا عبد الاحد فرزند حضرت مولانا علی قدس سرہ۔

نوٹ

جن حضرات کو ان واقعات کی تصدیق منظور ہو وہ ملفوظ رزاقی اور رسالہ العزافی جواز التعزیہ مصنفہ مولانا عبد الواحد نبیرہ حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ دیکھیں یا اس مرتبہ پر تشریف لا کر تصدیق کر سکتے ہیں مولوی شیخ محمد الطاف الرحمٰن قدوائی ساکن بڑاگاؤں بارہ بنکی مقیم حال فرنگی محل لکھنؤ۔

التماس

جو مسلمان اس نیک کام میں شرکت کر کے ثواب حاصل کرنا چاہیں وہ اسکی نقلیں چھپوا کر اپنے اپنے حلقہ میں شائع کریں۔

ہدایت

اہل سنت کو چاہئے کہ لامذہبوں، دہریوں، اور غیر مقلدوں اور دیوبندیوں اور ندویوں کے فتووں سے بچیں اور علمائے سلف کی پیروی کریں۔

افترا اور غلط بیانی

فرنگی محل کے علماء میں سے مولانا عبدالقادر مولانا حجت اللہ محمد شفیع صاحب پر افتراء ہے کہ انھوں نے تعزیہ داری کو حرام اور شدید ترین گناہ ہونے کا فتوی دیا ہے۔ یا تعزیہ داری کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بیزاری کا باعث کہا ہے تعزیہ داری اسلام اور امام حسین کے ساتھ دشمنی کا نام بتایا ہے۔ یا محرم کی روشنی باجا اور جلوس کو یزید کے ساتھیوں کا کام کہا ہے۔ ان حضرات نے خود ایک گروہ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ ہم نے ان الفاظ کے ساتھ کوئی فتوی نہیں دیا ہے۔ المشتہر:- حاجی چودھری شبراتی نواب گنج محلہ بڑا چوک نے مسلمانان تعزیہ دار کی طرف سے شائع کیا۔

(دبدبہ احمدی پریس منک گنج لکھنؤ)

(۲)

عزاداری حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

ننگے سر ہونا ص، ۳۰۸۔ منھ پیٹنا ص، ۳۰۸۔ سیاہ پوش ہونا ص ۳۰۸۔ واویلا کرنا ص، ۳۰۹۔ اقسام اقسام کے مرثیے پڑھنا نوحہ کرنا اور نوحہ گر ہونا ص، ۳۸۹۔ سر پیٹنا ص، ۳۲۷۔ سات محرم الحرام کو علی۔ عباس علمدار کا علم نکالنا ص، ۳۶۰۔ مندرجہ بالا سب جائز ہے۔ اور افعال آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔

لہذا ہر حنفی اہل سنت والجماعت کا لازم ہے کہ مندرجہ بالا افعال سے متفق ہو کر ان پر عمل پیرا ہو۔ یعنی ننگے سر، سیاہ پوش ہو کر، ہاتھ میں علم لیکر اقسام اقسام کے مرثیے پڑھے۔ واویلا کرے۔ اور نوحہ کرے منہ پیٹے اور سر پیٹے اور چلا چلا کر روے اور ماتم کرے ص،۳۰۸ اور تعزیہ نکالے۔

(رسالہ معین دین اپریل ۳۴ء)

دیکھو صفحات مندرجہ بالا دراوراق غم مصنفہ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا مولوی حافظ قاری حکیم ابوالحسنات سید محمد احمد حنفی، قادری، رضا خانوی، اشرفی چشتی، نثاروی صابری، واحدی الوری، مفتی الورد پنجاب، خطیب مسجد وزیر خاں صاحب مرحوم لاہور۔

(۳)

تقریظ

امام العلماء راس الفضلاء سید الواعظین سند المحققین حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی حاجی صوفی سید ابومحمد محمد دیدار علی شاہ نقشبندی، مجددی، قادری چشتی، مفتی لاہور، وامیر مرکز حزب الاحناف لاہور۔

تقریظ

فاضل نوجوان، محبوب سبحان، مولانا مولوی، ابوالبرکات سید احمد صاحب زید

مجدہ، ناظم و مدرس دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور۔

تینوں مفتیان الورد پنجاب کا پورا حال عنقریب شائع ہوگا (زیادہ معلومات کے لیے رسالہ شہنشاہی بابت ماہ مارچ اور اپریل ملاحظہ ہو۔

المشتہر۔ حکیم سید ہاشم علی شاہ سند یافتہ و ناظم مرکزی جماعت اہل اللہ بحکم محکمہ خمسہ عشریہ ازلیہ ابدیہ بر مزار پر انوار پیر برہان شاہ بیرون یکی دروازہ لاہور۔

(۳)

اشتہار

مراسم محرم مثل تعزیہ داری وغیرہ سب جائز ہیں

آج تک بہت سے سنی صاحبان نے تعزیہ داری کے جائز ہونے پر کتابیں لکھی ہیں اور خوب خوب محبت آل رسول کا جو منجملہ زبردست وسائل نجات کے ہیں ثبوت دیا اور وہابیوں کے گمراہ کن اعتراضوں کو رد کیا اور وہابی کی یہ شناخت بتلائی ہے کہ محرم کے مراسم اور تعزیہ داری کو بت پرستی اور گناہ کہے ۱۳۱۴ھ جس کو ۴۳ برس ہوئے ایک وہابی مولوی نے اٹھارہ اعتراض تعزیہ و جلوس و علم و شدے و نذر و نیاز اور باجے اور مجلسوں پر کئے جس کے جواب نہایت عمدگی کے ساتھ مولانا محمد علیم اللہ صاحب خلف مولانا شاہ محمد ولی اللہ صاحب و برادرزادہ مولوی محمد نعیم اللہ صاحب حنفی قادری قلندری گورکھپوری نے

دیے اور اپنی تصنیف کا نام "ارشاد النعیم رکھا اور وہابیوں کی خوب قلعی کھولی اور ثابت کردیا کہ تعزیہ داری، علم داری جلوس وغیرہ سب جائز اور مباح ہیں بلکہ باعث ثواب ہیں۔ شرک یا گناہ یا بت پرستی ہرگز نہیں ہیں۔ اسی میں ایک نظم بھی لکھی۔ ہے جو یہ ہے (صفحہ ۲۵)۔۔

بت اسے کہتے ہیں جس کی شکل ہو ذی جان کی
شیر کی ہاتھی کی طائر کسی انسان کی

تعزیہ شکل کس کی ہے کہو ایمان کی
مولوی ہو کر کے باتیں مت بکو ہذیان کی

تعزیہ داری ثبوت قتل معصومان ہے
جو منع اس کو کرے جانو اسے شیطان ہے

ہاں مگر تم کو عداوت ہے نبی کی جان سے
اس لیے کہتے ہو بت تم تعزیہ کو طعن سے

ہو نہیں واقف ابھی آل عبا کی شان سے
کیوں پھرے جاتے ہو ناحق دین اور ایمان

منھ پھرا کر شافع محشر سے کیا پاؤ گے تم
حشر کے دن مغفرت کو پھر کہاں جاؤ گے تم

تعزیہ کو بت کہیں کیونکر نہ اخوان یزید
باپ دادوں نے کیا ان کے اماموں کو شہید

بت پرستان کے بزرگ نکلے تھے ملعون پلید
بے خبر اس کی پڑھو جا کر یہ قرآن مجید

تعزیہ فی الاصل نقل روضۂ شبیرؑ ہے
یہ نہ بت ہے نے کسی ذی روح کی تصویر ہے

بلکہ اسمیں خیر و برکت کی بھری تاثیر ہے
منکر اس کا بیگماں شیطان کا نخچیر ہے

تعزیہ داروں سے راضی ہیں جناب فاطمہؑ
پنجتن کے ہاتھ پر ہوتا ہے ان کا خاتمہ

تعزیہ داروں کی مخالفت نہ کرو

۱۹۲۷ء میں حضرت خواجہ حسن نظامی حنفی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ نظام الدین اولیا مقام دہلی نے اس مطلب کا ایک اشتہار جاری فرمایا کہ تعزیوں نشانوں۔ جلوسوں اور مجلسوں کی مخالفت کسی مسلمان کو نہ کرنا چاہئے بلکہ تبلیغی حضرات کو ان سب باتوں کے قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ انمیں اسلام کی تبلیغ پوشیدہ ہے۔

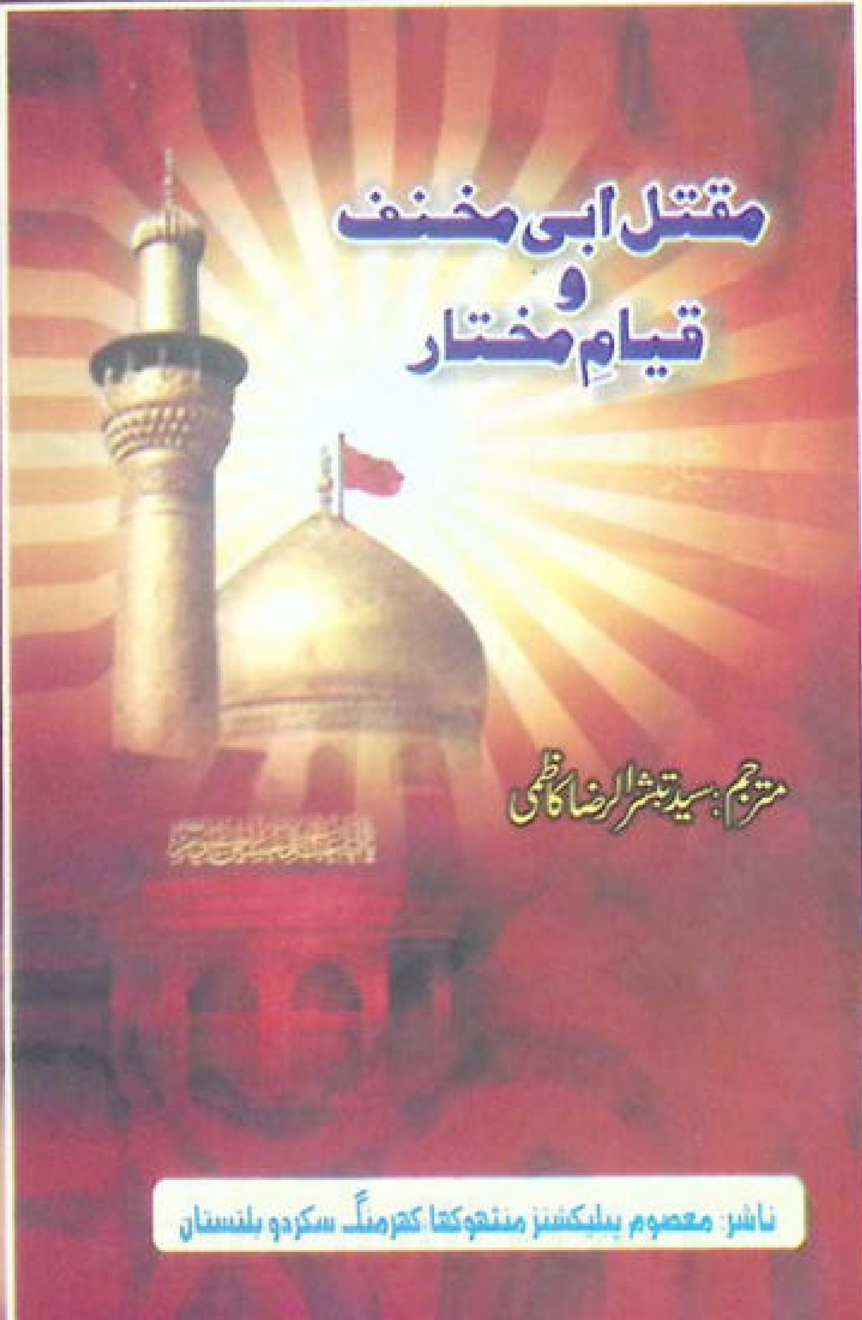
یہ اشتہار عام طور پر سنی اور شیعہ مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔

المشتہر:۔

مرزا عباس بیگ حنفی سیتاپوری

(جنرل پبلشنگ پریس سیتاپور)

۲۶ فروری ۱۹۳۸ء


مقتل ابی مخنف
و
قیامِ مختار
مترجم: سید تبشر الرضا کاظمی
ناشر: معصوم پبلکیشنز منتھوکتا کھرمنگ سکردو بلتستان